

پاوارث

حق وارث

حیاتِ اکمل

المعروف

حافظہ پنجابی

با اہتمام حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثی مظلہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ)

کتاب کانام حیات اکمل المعروف حافظ پنجابی

ملنے کا پتہ آستانۂ عالیہ داریشہ چھپر شریف

حضرت حاجی حافظ نقیر اکمل شاہ وارثی

چھپر شریف ڈاک خانہ چنگیوال تحصیل گوجرانوالہ ضلع راولپنڈی (پاکستان)

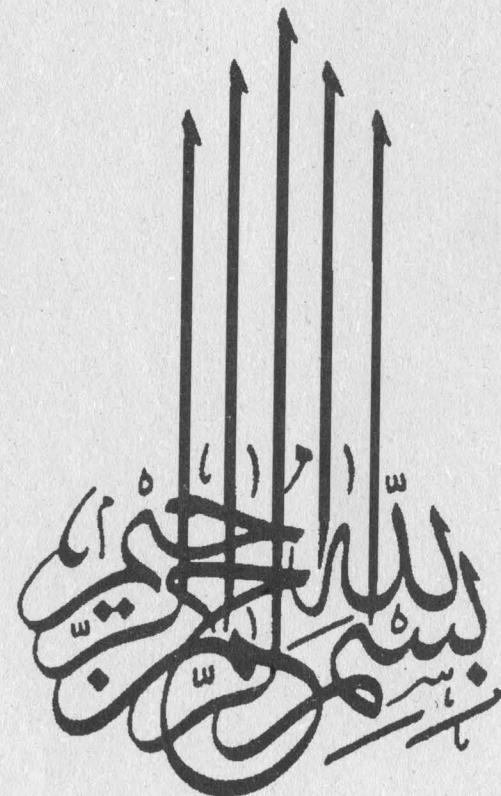
ناظم اشاعت ابرار یوسف وارثی

تاریخ اشاعت 7 مارچ 2002ء

تعداد 1000

حاجی شہزاد وارثی وارشیہ پرمنگ پر لیس گوجرانوالہ

فون: 0571-512048



صوفیاء عقام اور مسخ شدہ تصوف پر ہیں تو ان کی صداقت میں کلام نہیں۔ لیکن اگر بلا استثناء تصوف اور صوفیاء کرام پر ہیں تو غلط ہی نہیں بلکہ گراہ کن بھی ہیں۔ حقیقی تصوف نہ ہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ اس کی اساس شریعت ہے۔ اور سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ تاریخ تصوف کی ہر کتاب ہر دور میں اس کی گواہی کے لئے کافی ہے۔ صفحہ کے سفہ تاریخ تصوف کے اللتے جائے۔ صرف زبان ہی سے نہیں، عملًا "کتاب و سنت کی تلقین ملے گی۔
حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔۔۔

بے سجادہ رتکین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزل ہا

حضرت نصیر الدین روشن چراغ دہلوی ایک ہدایت میں فرماتے ہیں "پیر مشرف پیر جنت نہی شود دلیل۔ از کتاب و حدیث می باید" یعنی شیخ کا طریقہ کار جنت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دلیل قرآن و حدیث سے ثابت ہونی چاہئے۔

حضرت جنید بندادی ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں "ایں کتاب ایں راہ کے باید کہ کتاب برداشت راست گرفتہ باشد و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برداشت چپ دو روشنائی ایں دو شمع می رو، تانہ در مفاک شبہات اندن در ظلمت بدعت" (ترجمہ) یہ راہ تو صرف وہی پاسکتا ہے جس کے سیدھے ہاتھ میں قرآن پاک ہو، بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے، تاکہ نہ تو شے کے گڑھوں میں

پیش لفظ

حرم جویاں درے را می پرستد
قیمان دفترے را می پرستد
بہ انگلن پردہ نامعلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستد

مسلمانوں کے فکر و عمل کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جس پر تصوف سے زیادہ تنقید و تہذیب کیا گیا ہو۔ مأخذ سے لے کر مقاصد اور اثرات تک اس کے ہر ہر پہلو پر انتہائی شد و مدد کے ساتھ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ تاقدین نے صرف اس کے سرچشمہوں ہی کو غیر اسلامی ہٹانے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ملت اسلامیہ کے اکثر امراض کا باعث اس کو قرار دیا ہے۔ سکھیں حیات سے گریز را بہانہ زندگی، اتباع شریعت سے انحراف غیر اسلامی فکر و کوار غرض طرح طرح کے الزامات تصوف اور صوفیائے کرام پر عائد کئے گئے ہیں۔ بعض تاقدین نے تو اپنے لمحے میں اس قدر سخت پیدا کر لی ہے کہ صدق و انصاف کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ انہوں نے تاریخی حقائق سے چشم پوشی کر کے یہاں تک کہ کہہ دیا ہے کہ تصوف اسلام کے رخ روشن پر ایک بد نہاد غریب خایا ہے۔ اگر یہ الزامات صرف

گرے نہ بدعت کے اندر میرے میں پہنچے۔

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری المعروف بـ "داتا گنج بخش" روحانی ترقی کے لئے اتباع شریعت کو لازمی قرار دیتے ہوئے، اتباع شریعت کی ایسی تعریف فرماتے ہیں کہ اجمع امت کا اتباع بھی اس کا ایک لازمی جزو بن جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

پسلا رکن شریعت میں کتاب اللہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، "قرآن میں آیات مکملات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں اور دوسرا رکن سنت ہے۔ جیسا کہ فرمایا جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرو اور جس بات سے منع فرمایا ہے۔ اس سے بچو اور تیسرا رکن اجماع امت ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ اختیار کرو سواد اعظم کو۔ کماں وہ کتاب و سنت سے بے توجی کا الزام اور کماں اجماع امت کی تلقین حقائق سے بے اختیاری کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔" مشارج نے جگہ جگہ اپنے متعلقین اور مریدین کو ہدایت کی ہے کہ اگر کسی شخص کی روحانی عظمت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی زندگی کو شریعت و سنت کے آئینہ میں دیکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیا صافی کا یہیش عقیدہ یہ رہا ہے کہ جس عمل کو کتاب و سنت رد کر دیں وہ زندقة ہے۔ جس شخص کو زندگی شریعت و سنت کے مطابق نہیں۔ اسے صوفیا کے طبقے میں شماری نہیں کرنا چاہئے کہ اس کے عمل کو تمام صوفیا کا کام عمل تصور کر کے تصوف پر تنقید کی جائے۔ پھر کچھ لوگ اس غلط فہمی میں جلتا ہیں کہ تصوف جلاء کا مسلک تھا اور صوفیہ کرام علم دین سے ناولد تھے۔ مشارج کے حالات کا سرسری مطالعہ بھی اس الزام کی نوعیت

دریافت کرنے کے لئے کافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر ان بزرگوں نے سب سے زیادہ زور دیا وہ علم ہی تھا۔ حضرت بابا فرید الدین شیخ شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ جاہل پیر مسخر شیطان ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ حقیقت اور سراب میں امتیاز کرنے سے قادر رہتی ہے۔ وہ دل کی بیماریوں کی صحیح تشخیص اور مناسب علاج نہیں کر سکتا۔

حضرت شیخ نظام الدین محبوب اللہی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ "پیر آنچھاں باید کہ در احکام شریعت و طریقت و حقیقت عالم باشد۔ چون ایں چنیں باشد او خود، یعنی نہ مشروع نہ فرماید"۔ پیر ایسا ہوتا چاہئے کہ احکام شریعت طریقت اور حقیقت کا علم رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہو گا تو خود کسی نہ مشروع چیز کے لئے نہ کے گا۔ تاریخ چشت گواہ ہے کہ حضرت محبوب اللہی "کا یہ اصول تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو عالم باعمل نہ ہو خلافت عطا نہیں فرماتے تھے۔"

علامہ ابن جوزی تصوف کے حامیوں میں نہیں تھے۔ لیکن ان کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔ *وما كان المتقىون في التصوف الا روسا في القرن والفقه والحديث والتفسير قد مارَ صوفياً كراماً* پر ایک عام الزام رہبانتی کا ہے۔ لیکن الزام لگانے والوں نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ جس چیز کو صوفیہ نے ترک کیا وہ دنیا نہ تھی، دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال تھا۔ وہ کہتے تھے کہ انسان اللہ کی دی ہوئی سب نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔ اس کائنات کی ایک ایک چیز سے مستفید ہو لیکن اس طرح دنیا کی محبت اس کے دل کو آلودہ نہ کرنے پائے۔ جب جان دینے اور اس کی لذتوں سے دستبردار ہونے کی دعوت دی جائے تو وہ لبیک کہتے ہوئے اس طرح دوڑے گویا بھوکے کو غذا کی اور پیاسے کو پانی کی پاکار

سنائی دی۔ اس کی زندگی کا مرکزو محور رضاۓ خداوندی بن جائے اور اس کے قلب کی بے چین دھڑکنیں صبح و شام پکارتے لگیں۔

مقصود من بندہ ز کوئین توئی
از بر تو میرم ز برائے تو نیم

حضرت شیخ نظام الدین محبوب اللہیؒ کے یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔
فرماتے ہیں۔ ”ترک دنیا آں نیست کہ کے خود را بہنہ کند۔ مثلاً لگوٹہ بہ بندوو
بنیشنڈ ترک دنیا آں است لباس پپوشد و طعام خوردو آنچہ می رسد رواید اوو
مجموع اوہل نہ کند و خاطر را متعلق چیز ندارد ترک دنیا است“۔ (ترجمہ) ترک دنیا
کے یہ معنی نہیں کہ کوئی اپنے آپ کو نگاہ کرے اور لگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے۔
بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی اور حلال کی چیز پہنچے اسے
روار کھے لیکن اس کے جمع کرنے کی طرف رغبت نہ کرے اور دل کو اس سے
نہ لگائے۔ ترک دنیا یہ ہے۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں، ”فقیروہ نہیں ہے
کہ اس کا ہاتھ متاع اور تو شہ سے خالی ہو بلکہ فقیروہ ہے جس کی طبیعت مراد
سے خالی ہو۔ اگر یہ رہبانیت ہے تو پھر یہ طے کرنا ہو گا کہ اسلام کی تعلیم کیا
ہے۔ شاید حقائق سے اس بے اعتنائی کا ثبوت کبھی نہیں دیا گیا۔ جتنا یہ کہ
صوفیائے ملت کے قوائے عمل کو مضمحل کر دیا۔ یہ الزام غلط اور بے بنیاد ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ملت کے عووق مردہ میں ہمیشہ روح پھونگی ہے
اور زوال اور انحطاط کے زمانہ میں تجدید کے راستے تلاش کئے ہیں۔

اور یہ ہی ان کے کارناموں کا ایک ایسا گوشہ ہے جس کا اب تک تعجب اور
تجھ نظری سے الگ ہو کر چاہئے نہیں لیا گیا۔ تاریخ کے طلباء شاہی خاندانوں
کے عروج و زوال کی داستانوں میں اپنے آپ کو کچھ اس طرح گم کر دیا ہے کہ
ان کے نزدیک تاریخ صرف دربار اور میدان سیاست و جنگ سے ہی عبارت ہو
کر رہ گئی ہے گویا حکیم شنائی کا یہ دعوت نامہ ان کے کانوں تک نہیں پہنچا۔ اے
کہ شنیدہ صفت روم و چیس۔ خیز و بیا ملک شنائی بہ بیس۔ نہ ہی تذکرہ نگاروں نے
اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس طرح کہ ان بزرگوں کے اصلی خدوخال
ہی چھپ گئے۔ اور ماحول کے صحیح پس مظاہر کے ساتھ نہ ان کو دیکھا جاسکا اور نہ
انسانیت کی سطح پر ان کی عظمت و بلندی کا اندازہ لگایا جاسکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان
بزرگوں کی سوانح حیات کے حالات بینی نوع انسان اور ملت ضروریات کے آئینہ
میں دیکھے جائیں تاکہ ان کے صحیح خدوخال نمایاں ہو سکیں۔ کیا ان اسباب کا
تجزیہ ممکن نہیں جنہوں نے مسلمانوں کی دینی زندگی کو سیاسی زوال کے خطرناک
اثرات سے بچایا اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے
فلک و عمل میں تبدیلیاں پیدا کیں۔ انگلستان کے ایک مشہور اور ذی علم مشرقی
پروفیسر اچ اے آر گب (H. A. R. GIBB) نے ایک مرتبہ آسفورہ
یونیورسٹی مجلس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا ”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے
موقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلپر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن باہیں
ہمہ و مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر
فوراً ”اس کی امداد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور تو اتنی بخش رہتا تھا کہ
کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔“

کیا، لیکن جب اس کو حیله بازیوں اور مکاریوں کا ذریعہ بنایا گیا تو مسلمانوں کی عملی زندگی بالکل بے روح ہو کر رہ گئی۔ متعلمین نے اسلام کو یوتانی فلسفہ کی زد سے بچانے میں بڑی خدمت کی لیکن جب علم کلام نے شہمات و شکوک پیدا کرنا اپنا مقصد بنایا تو مسلمانوں کی ذہنی زندگی میں بڑا خلاء اور انتشار پیدا ہوا۔ یہی حال تصوف کا بھی ہوا۔ جب باطنی زندگی کو ظاہری زندگی سے الگ کیا گیا تو شریعت طریقت کی تفیریق پیدا ہو گئی۔ دنیا پرست سے گریز کو انسانیت کی شکل دے دی گئی۔ مجاز پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی، نغمہ و سرود کو روحاںی ترقی کا لازمی جزو قرار دے دیا گیا۔ بے شک یہ سب گمراہیاں تصوف میں پیدا ہوئیں لیکن اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ صوفیہ صافی نے ہمیشہ ان گمراہیوں کے خلاف آواز بلند فرمائی ہے اور ان نامساعد عناصر کو خارج کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش رہے ہیں۔ مغربی تعلیم ہی کسی کو ترقی کی چوٹی پر نہیں پہنچا سکی۔ اگر ایسا ہو تو آج یہ روتا کیوں ہوتا اور قوم کو کسی دوسری طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی کیوں رہ جاتی۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانان ہندو پاکستان کو وہ کون سا عمل اختیار کرنا چاہئے کہ ان کی پستی رفع ہو اور وہ دنیا میں ایک معزز قوم کے زمرہ میں شمار ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا میں باعزت زندگی برکرنے کے لئے ایک مکمل قانون بنایا ہے جس میں بچپن سے لے کر آخر زندگی تک مختلف مدارج کے لحاظ سے ہر ضروری حکم موجود ہے مگر بد نصیحت سے ہم اس سے عموماً "ناواقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا کوئی کام، قریبنا اور ڈھنگ سے انجام ہی نہیں پاتا اور سچ پوچھتے تو اب بے دست فیض ہو رہے ہیں۔

پروفیسر گب کی رائے سے ہمیں پورا پورا اتفاق ہے۔ اسلامی تاریخ میں صوفیا کرام کے کارناٹے یقیناً اس نظر سے خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ مسلمانوں کی ملی زندگی میں جب کوئی مشکل مقام آیا ہے تو ان ہی بزرگان دین بصیرت اور حکمت کے ساتھ نامساعد حالات کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کا ہاتھ ملت کی بہض پر اور ان کا داع غتجدید اور احیاء کی تدبیریں سوچنے میں مصروف رہتا ہے۔ اسلامی سوسائٹی کا صحیح مزاج قائم رکھنے کے لئے انہوں نے بڑی پر خلوص جدوجہد کی تھی۔ حقیقت میں اس حکم خداوندی کی تعمیل کہ ولتکن منکم امتنہ یہ مدعون الی الخیر ہا مرون بالمعروف و بنهوں عن المنکر اور تم میں سے ایک وقت ہونا چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور ممنوعات سے روکے۔ ان ہی کے ذریعے اسلامی تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ ان بندگان خدا نے کس طرح یہ مدعون الخیر اور بنهوں عن المنکر کی خدمات انجام دی ہیں۔ جب مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا دور آیا اور عسکری کامیابیوں نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا تو بزرگان دین مادت کے سیالاب کو روکنے میں لگ گئے۔ جب سیاسی نظام درہم برہم ہوا تو مذہبی انتشار کے خلاف لڑنے لگے۔ جب قوم کا اخلاقی مزاج بگڑا ہوا پایا تو انہوں نے اپنی تمام ذہنی اور عملی صلاحیتیں صحت مدد عناصر کو ابھارنے میں صرف کر دیں۔ میر خوردنے کیا کچی بات فرمائی ہے۔ وہ خدا کے دین اور پیغمبر علیہ السلام کی سلطنت کے لئے مجبوب قلعے تھے۔ کوئی انسانی تحریک خواہ وہ کتنی ہی اچھی نہ ہو جب افراط و تفريط عمل و رد عمل کا بازی پچھہ بنتی ہے تو اس کی شکل مسخ ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ فقة اسلامی کی تدوین نے مسلمانوں کی دینی اور سماجی زندگی کو سنوارنے میں عظیم الشان کام

تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی قانون پر ہمارے اسلاف نے عمل کیا تو دولت و عزت میں ان کا کوئی ہم پلہ اور ہمسرنہ تھا اور جب سے اس قانون کی حدود سے باہر ہم نے قدم رکھا، ہم ہر لحاظ سے روز بروز گرتے چلے گئے اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ ہسپانیہ سے ہمارا نام و نشان مٹا کیوں بے علمی کی وجہ سے یورپ سے صدیوں حکومت کرنے کے بعد بڑی بے توقیری سے نکالے گئے۔ کیوں بے عمل قرآن و سنت سے غفلت کی وجہ پاکستان و ہندوستان میں مسلمان کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے، ظاہر ہے۔ تجربہ بتا رہا ہے کہ اس پر عمل کے بغیر قوم کا بیڑا مجد ہمارے صحیح سلامت نہیں نکل سکتا اور نہ ہم دنیا میں کسی طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ نہ ہماری آخرت درست ہو سکتی ہے۔ نہ ہماری آئندہ نسلیں سعادت مند اولاد بن سکتی ہیں۔ نہ فرض شناس والدین نہ اپنے میاں یوں، نہ حاکم نہ تاجر نہ قاضی، نہ مفتی نہ ملا نہ روحاں پیشوائے بہادر سپاہی نہ چے لیدر نہ تو ہم میں ہمت آسکتی ہے۔ نہ جوانمردی، نہ شجاعت نہ گھر میں چین و سکون یک بے تابی کی زندگی ہے جو ہمارا نصیب ہو کر رہ گئی ہے۔ کیوں؟ سوچئے تو معلوم ہو جائے گا۔ جب تک ہم حضور سرور کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے قانون قرآن و سنت پر عمل نہیں کرتے۔ صاحب نظر یا کمال بزرگان دین سے معاف نہیں کرتے۔ ان کے حضور زانو تکلم نہیں کرتے۔ سوز و گداز کی میراث جب تک ان کے حضور سے ہمیں نہیں ملتی۔ یا دانت قرآن و سنت کی روشنی نہیں ہوتی۔ اس وقت نہ تو اپنا کوئی کام کامیابی سے چلا سکتے ہیں، نہ اس کا کوئی ذریعہ ہے۔ غرض کہ ہم کچھ بھی کریں۔ جب تک حضور شہنشاہ دو جہاں سرور عالم علیہ السلام کی

تکمیل ہمارا سرمایہ نہیں بنتی، محبت عشق جب تک ہمارے قلب کی جاگیر نہ بنے۔
ہم ماہیوس و ناکام رہیں گے۔

اس کے لئے تصوف و معرفت کے اصل تاجدار ہو ہیں ان کے حضور غلامی اختیار کرنا ضروری ہے۔ انہیں کی محفوظ و مجلس ہمیں سلیقہ محبت و عشق کے سوز و گداز کے مراحل سے گزار سکتی ہے۔ اسی کی تابعداری غلامی صراط مستقیم پر چلا سکتی ہے۔ یہ آنکھیں بند کر کے چلنے کا نہیں بلکہ آنکھیں بکھول کر حاصل کرنے کے لئے جب تک تم آنکھوں اور قلب کو سیر کراتے ہوئے اصل خوارک مہیا نہ کریں، منزل مقصود تک پہنچنا محال ہے۔ زبانی جمع خرج سے اسلام سے کچھ نہیں بنتا۔ اسلام ایک عملی زندگی کا نام ہے۔ عملی زندگی تصوف معرفت جس میں قرآن و سنت ہے۔ اس میں سے میر آسکتی۔ جس طرح ایک مطالعہ کے بعد ثابت ہوا کہ حضور سرکار عالم پناہ وارث ارش عملی جو محسوسیوں پشت امام عالی مقام سید السادات شہید اعظم سرور کوئین نواسہ تاجدار انبیاء شہید کریا ہیں۔ جس کی دنیا میں آمد سے پانچ پشت قبیل کائنات میں نوید پہنچا دی گئی کہ پانچویں پشت میں تصوف کا وہ روشن چراغ عشق و محبت کا وہ تاجدار ذات کبریا کے صفاتی نام کے ساتھ راہ ہدایت کی ایک خاص شمع روشن کے ہوئے دنیا میں تشریف لائے گا۔ جس کے عقیدت مندوں محبت کرنے والوں کو بغیر اس کے دیکھنے کے کبی وردو ظائف مراقبہ ذکر فکر کی ضرورت نہ ہو گی۔ اس نور واحد کی صورت جو جمال اول اور آخر ہے خاص پرتو سے بھرپور ہو گی۔ کائنات عالم کو راہ مستقیم کے لئے انسان کو ایک نیا شعور عطا فرمایا۔ لہذا اس

محبوب صورت نے مذہب و ملت کی تیز ختم کر کے انسان جو نسل آدم علیہ السلام ہے۔ اسے خاص محبت و اخلاق کی تعلیم سے نوازا۔ سرکار سیدنا و مرشدنا مولانا حاجی سید وارث علی شاہ صاحب قبلہ و کعبہ کی آمد کا پیغام قبل از وقت بے شمار بزرگوں نے خاص طریقہ سے اظہار فرمایا۔ جو طوالت کے پیش نظر مکمل لکھنا تو مشکل ہے، تھوڑا سا لکھ دیتے ہیں۔

حیات وارث میں محترم بزرگوار جناب ابراہیم بیگ صاحب شیداواری[ؒ] جو سرکار عالم پناہ کے حضور مقبول تھے۔ عرصہ دراز خدمت میں گزارا اور بے شمار پرانے لوگوں سے مل کر مطالعہ کیا، یوں فرماتے ہیں ”مقرین بارگاہ احادیث کی ولادت باسعادت کی بشارت اکثر مقدس اور ابرار حضرات دیتے ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ ان کی آمد آمد کا منجانب ذات کبیرا اعلان ہوتا ہے۔ علی ہذا ہمارے حضور قبلہ عالم کی تشریف۔ اوری کا تذکرہ سیکلوں برس پہلے اولیائے عظام نے اپنے اپنے وقت میں فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ بکمال شرح و سط حضور کے صفات و برکات کے ساتھ آپ کے مسلک و مشرب سے بھی خلق کو خبردار کر دیا ہے۔ جن پیشین گوئیوں کو مولفین سیرت وارثی تحریر فرمائے ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالرازاق صاحب ”بانسوی قدس سرہ العزیز کی پیش گوئی اور حضرت شاہ نجات اللہ[ؒ] کا کشفی ارشاد اور مولانا عبد الرحمن صاحب مولد لکھنؤی“ کی بشارت کو مناسک و وضاحت کے ساتھ صاحب ملکوہ حقانیہ نے لکھا ہے۔ لہذا ضرورت نہیں۔ تھوڑی وضاحت کر لیتے ہیں۔ سیدنا ظمیں علی صاحب رسول پور کنتوری ضمیر سید السادات قلمی میں تحریر فرماتے ہیں، جو اس نادار نے خود مطالعہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم وارث علی کے جد امجد

میراں سید احمد علیہ الرحمۃ ۱۳۴۳ھ میں پیدا ہوئے اور جب والد بزرگوار سے کتب درسیہ میں فراغ حاصل کیا اور قبہ دیوبنی شریف میں جو اس وقت ارالعلوم تھا سلسلہ درس و تدریس جاری فرمایا۔ اور چونکہ صاحب حقائق و عارف تھے۔ اس لئے بہ نظرہ دایت باب علوم طریقت کشاہ تھا اور طالبان حق کو رموز حقیقت سے مستفیض فرماتے تھے۔ ایک روز ممدوح الصفات دولت کدے کے قریب برلب تالاب چند یاران طریقت سے گرم خن تھے کہ ایک صاحب باطن درویش نے قریب آکر کہا ”السلام علیک و علی ارت الذی فی صلیک ان اللہ تبارک تعالیٰ قد نور مسلمان نورہ والرنی الارض بظهورہ نطویہ لکم یا سیدی“۔ میراں سید احمد فرمودا آرے می نینم شیم مشکارش در چمنستان عالم منتشر و ضیائے حسن و جمال غل چوں مرتاباں و نشر حاضرین صحبت متقرر حال ہوئے کہ ہم کچھ سمجھنے سے قادر ہیں۔ اس بزرگ درویش نے کس فرزند ارجمند کی آپ کو بشارت دی اور آپ نے اس کی تقدیت فرمائی۔ اگر مصالقہ نہ ہو تو اس اسرار سے ہم کو بھی خبردار کیا جائے۔ میراں سید احمد فرمود کہ حق تعالیٰ مرا فرزندے کرامت فرمود کہ در صلب پجم و صلب من ظاہر خواہد شد الحق اور نور دیدہ میراں سید احمد است و جگر بند میراں سید احمد است کہ اعداد اسم پاکش بہ ہمیں ہر دو کلمہ بیرون آہندا اسم او از یکے اسم ذات است و صفات اور بیرون از حدود است مقام علویش پایاں ندارد و نظام سلوکش کے بے شمار در شخصیت در شہستان مصطفوی و سرویست از گلستان مرتفعی فقر کاشانہ اور سراست خنانہ اور نیستان عشق را شیر برتاجدار اقليم رضا و صبر در عمد خود از شرق تا غرب متصرف خواہد شد کبر ترسا یہود و نصاری مسلم و

تھا کہ واشرق الارض نظر و لفظی لكم ہا سدی۔ لیکن نظر عائز دیکھا جائے تو جس طرح یہ مکاشفہ جامع اور معنی خیز مشرح اور مطبوع ہے اسی طرح یہ بشارت ایک ذات کے لئے مفید اور محدود بھی اس قدر ہے کہ دوسری ذات کے ساتھ تاویلا۔ ”بھی منسوب نہیں کر سکتے اور چونکہ میراں سید احمد علیہ الرحمۃ کی مقدس صفات ایک ماں کی ذات ہے اور جامع فضل و مکالات تھی لہذا آپ کا مکاشفہ بھی لٹائنف و معارف کا مجموعہ ہے۔ عمداق کلام الملوك ملوک الکلام۔ آخر میں میراں سید احمد علیہ الرحمۃ نے اپنی پیشین گوئی کو اس مضمون پر ختم فرمایا کہ وہ نور نظر ایسا وحید الحصر اور جلیل القدر ہو گا کہ اس کے ہم عصر مقریبین بارگاہ احادیث اس کی رفت و عظمت کا اقرار کریں گے۔ چنانچہ ایسا یہی ہوا کہ قبلہ عالم کے مرتب علیہا کا مشہور و معروف اہل حقائق و معارف نے اعتراض فرمایا۔ حضور کے دور کے ہر شیخ طریقت و معرفت نے اقرار کیا کہ حضرت قبلہ عالم کی ذات میدان فقرمیں سلطان ہے۔ حضور قبلہ میاں حاجی فقیر او گھٹ شاہ صاحب وارثی جن کا اب دیرینہ غلاموں اور قدیم فقراء میں شمار ہے کیونکہ آپ ۱۳۲۲ھجری سے احرام پوش ہیں اور عرصہ دراز تک مستقل طور پر اس خدمت کے لئے مامور رہے کہ غلامان وارثی کے عرائض کا جواب نگارش کرتے تھے۔ سیاحت کے دور میں انبالہ جاتے ہوئے حضرت سائیں توکل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سائیں صاحب قبلہ نے جن کا عارفین وقت میں شمار ہوتا تھا۔ شاید احرام سے پچان لیا اور فرمایا ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ اور حاجی صاحب دافیض ساؤئے اپر اوندا ہے۔ اور میرے ساتھ خاص شفقت فرمائی۔ اس طرح کے بے شمار واقعات سامنے آتے ہیں۔

مشرق بلکہ ہر نہ ہب و لمبع را رہبر کامل شدہ ہر کے را بہرا دش خواہد رسائی نہ در اقطار عالم ہر گوشہ کہ می نینم نشانش می یا بزم رہوان منزل تفریج سالکان وادی تجوید عربت نشیان باط طریقت غولسان قلزم حقیقت بادہ نوشان میخانہ محبت سرستان خوانہ مودت عقدہ کشمیاں اسرار معرفت مند نشیان کاخ کمرمت شہواران سیدان ابتو سر حلق گان مکتب ولا نظر یاذان منزل ناسوت رازواران انجمن ملکوت سرفوشان میدان جبوت مدہوشان بام لاہوت ہمہ حلقة بگوش آں بادہ فروش خواہند شد۔

حضرت میراں سید احمد قدس سرہ العزیز کا یہ مکاشفہ جو آپ کی قوت روحاں کی میں دلیل ہے اور جس کو صحیح معنی میں حضور قبلہ عالم کی ولادت باسعادت کا شرہ، اور آپ کی عظمت و جلالت کا جل خط میں اعلان کیا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ لیکن اس موحد ارسیدہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ جس نے آکر میراں سید احمد سے کہا السلام عليك وعلي ولاک الذی فی صلیک اور میراں سید احمد علیہ الرحمۃ کے ان یاران طریقت کے ہم شکر گزار ہیں جن کے استفارے سید صاحب مదوح الشان نے اپنے اس مکاشفہ کو بکمال وضاحت اظہار فرمایا۔ واقعی مردان حق کا کلام بھی حق ہوتا ہے۔ میراں سید احمد علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا تھا کہ اس کا بہ ہمہ قیود و صفات ظہور ہوا کہ آپ کی پانچویں پشت میں بایں سلسلہ کہ آپ کے صاحبزادہ سید کرم اللہ اور ان کے فرزند سید سلامت علی اور ان کے نور دیدہ سید قربان علی شاہ اور ان کے لخت جگر سیدنا وارث علی شاہ اعظم اللہ ذکرہ منصفہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے جن کا وجود باوجود اہل علم کے لئے عین رحمت خداوندی ہے جیسا کہ اس برگزیدہ موحد اسے فرمایا

سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی راقم الحروف کو تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی نے فرمایا تھا کہ حاجی سید وارث علی شاہ صاحب ساموہد پھر دیکھنے میں نہیں آیا اور دنیا کو ایسا مونہد دوبارہ میسر نہیں آئے گا۔

یہ تو علمائے دین اور مشائخ عظام کا حال تھا کہ سب ہی آپ کی ذات کو تسلیم کرتے اور اپنی اپنی محبت عقیدت کے دم بھرتے تھے۔ اس کے علاوہ دنیا کا ہر مذہب آپ کی ذات پر شمار تھا۔ جو ایک دفعہ سامنے آیا، بغیر عطا کے واپس نہیں گیا۔ چند واقعات تحریر ہیں۔

ہم نے اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ سرکار قبلہ عالم کی عقیدت و محبت کے بعد اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے اور درپرده مسلمان تھے۔ بعض درود شریف اور آیات قرآنی نہایت ذوق شوق سے پڑھتے تھے اور اپنا کیف حاصل کر لیتے تھے۔ اکثر ہندوؤں نے بڑے بڑے مجاہدات کے ہیں جن میں خاکر پچم سنگھ بابو کاشی پرشاد اللہ آبادی فٹی تک زائی صاحب مظفر پوری راجہ سروپ سنگھ تعلقہ دار سابق سورت حج اور بابو موتی لال وکیل بھاگل پوری فٹی لکھی زائی، خاکر بیش سنگھ ریمش رائے پور پنڈت شیام لال ریمنیس گیا جن کا دوسرا نام فضیح شاہ تھا۔ بابو کنیا لال وکیل میں سال تک روزے رکھتے رہے اور صائم الدھر رہے اور توحید و رسالت کا اقرار کیا۔ یہ جوش محبت آخر رنگ لایا اور اسی طرح مندرجہ بالا نام آس آفتاب ولایت کے حسن و جمال بے مثال سے مغلوب ہو کر دین سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اتنے عبادات گزار ثابت ہوئے جس کی مثال ہمارے پاس نہیں۔ حضور میاں قبلہ

محترمیہ کے علمائے کرام فرنگی محل مولانا عبد الوہاب فرنگی محل مولانا عبد الغفار قدس سرہ فرنگی محل مولانا عبد الروف صاحب فرنگی محل یہ اس دور کے جید علمائے کرام تھے جو فقیروں اور درویشوں کے قائل نہیں تھے۔ مگر قبلہ عالم کی محل میں جاتے اور سرکار عالم پناہ میں اپنی عافیت کی التجا کرتے اور اپنے خاندان و اولاد کو حضور قبلہ عالم کی خدمت میں لے جاتے۔ بیٹھنے کی ہدایت دیتے۔ اسی طرح شاہ احمد حسین بانسویؒ و مولانا عبد الباری صاحب مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محل حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں شیر محمد شاہ صاحب (پیلی بھیت والے)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے متعلق جناب سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی نے انگریزی زبان میں ایک کتاب میں حضور انور کے حالات میں تالیف فرمائی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مولوی احمد حسن صاحب متوفی طاوان ضلع بارہ بیکی کے بھائی کا واقعہ ہے کہ جب وہ حج کو جانے لگے تو حضور انور کی خدمت عالی میں اجازت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور انور نے ان سے ارشاد فرمایا "میرا سلام حاجی امداد اللہ صاحب سے کہنا وہ ایک وقت میرے ساتھ ہے۔ اب کہ معلمہ میں رہتے ہیں"۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کا سلام پہنچایا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب پر ایک خاص اثر ہوا اور ان کے آنسو نکل پڑے۔ جواب میں فرمایا۔ میری جانب سے ہندوستان کے آفتاب سے درخواست کرنا کہ بہبودی کی دعا کریں۔ کیونکہ میرا وقت آگیا ہے۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پہنچایا تو حضور انور نے فرمایا حاجی امداد اللہ صاحب خود ولی کامل ہیں، ان کو دعا کی کیا حاجت ہے۔ حضرت مولانا شاہ

جس کا ثبوت تاریخ میں موجود ہے۔ صاحب "عین الحقیقین" تحریر فرماتے ہیں کہ ایک راجپوت کنجن سکھ نامی جگت ناٹھ بی تیر تھوڑا کو گیا وہاں اس نے جا کر مندر میں دیکھا کہ بٹ کی جگہ حضور انور جلوہ افروز ہیں۔ حیران و پریشان ہوا۔ اپنے سب ساتھیوں سے دریافت کیا جس کی تصدیق سب نے کی۔ کنجن سکھ نے سب کو مشاہدہ کرایا۔ جب واپسی ہوئی تو دیوبولی شریف خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ واقعہ حضور قبلہ عالم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "ٹھاکر بی! ہم نہ ہوں گے کوئی اور ہو گا"۔ کنجن سکھ نے کہا "شہنشاہ! میں نے ہی نہیں دیکھا اور ساتھی بھی گواہ ہیں۔ اگر کہیں تو بلا لیتا ہوں"۔ آپ حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ "ٹھاکر بی! اب جگت ناٹھ بی نہ جانا"۔ ٹھاکر فوراً مسلمان ہوا اور حضور انور کے دست اقدس پر بیعت ہو کر فیض یاب ہوا۔

ہمارے رہنمائے حقیقت طریقت مرشد برحق سیدنا و مولانا سرکار عالم پناہ وارث پاک اس البیلی شان اور انوکھے انداز سے اس عالم میں نمودار ہوئے کہ جس کی حقیقت سے خبردار ہونا اور اک انسانی سے بالاتر ہے۔ ہر مذہب و ملت ان کی شمع جمال کے پروانے تھے۔ اولاد آدم سے دنیا میں آنے سے قبل بھی فائدہ اٹھایا۔ دیگری حاصل کی۔ دنیا میں آنے کے بعد کوئی آنے والا یا جس نے جس جگہ یاد کیا اپنے حصے سے محروم نہ رہا۔ بعد از وصال بھی آج تک وہی دیگری قائم و دائم ہے۔ ہر عقیدت مند اپنے مرشد پاک کی تعریف کرتا ہے۔ یہ فطری تقاضہ ہے مگر سیدنا و مرشدنا سرکار عالم پناہ کی تعریف کائنات کی ہر چیز کتنی ہے۔ انسان تو انسان ہے۔ چوند، پرند، نباتات، حشرات الارض، حیوانات تک جو تائب ہو کر تسلیم کرتے ہیں اور اپنی اپنی زبان میں تعریف بھی کرتے ہیں۔

حاجی فقیر او گھٹ شاہ صاحب دارثی بابو کہنیا لال کو ایک خط تحریر فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے حضور کی خدمت میں ۱۹۰۳ء کو لکھا تھا۔ لکھتے ہیں "جناں شاہ صاحب تسلیم آپ سے رخصت ہو کر میں گھر پہنچا۔ دل بے چین اور طبیعت پریشان ہے۔ وجہ دریافت نہ ہونے سے عقل جیران ہے۔ مربانی فرمائے سرکار میں سلام عرض کریں اور میری جانب سے کہہ دیجئے کہ اب سلنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایسا کرم فرمائیے کہ آگ بھڑک اٹھے اور اس کے ضبط کی قدرت عطا فرمائیے۔ اور دیگر حضار کی خدمت میں علی قدر مرابت تسلیم۔ کہنیا لال دارثی"

اس خط سے سوز و گداز کا خاص ثبوت ملتا ہے کہ وہاں کوئی بھی اہل مذہب غالی ہاتھ نہیں گیا۔ نسل آدم سے کوئی آدمی خواہ کسی مذہب کا ہو۔ اگر قسمت اسے حضور قبلہ عالم کی خدمت میں لے گئی تو وہ با مراد واپس لوٹا۔ نامزاد نہیں آیا۔ اس کی جھولیاں بھر کے واپس روانہ کرنا سرکار عالم پناہ کی فطرت میں شمار تھا۔ دنیا مانگنے والوں کو رینا، محبت مانگنے والوں کو محبت، دینی عمل و فکر مانگنے والوں کو تصوف و معرفت عطا کی۔

روز اول کی عطا جو کار ساز نے اپنے محبوب پاک سید و سور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال صدقہ نسل آدم کے فرمائی اس کی تصدیق سرکار عالم پناہ کے وجود مقدس سے نمایاں اس کائنات میں سامنے آئی جس کے ثبوت بے شمار ہیں۔ رسم دیگری اس خاندان کا روز اول سے شیوه ہے۔ لہذا حضور قبلہ عالم نے دنیا کے ہر مذہب کی عبادت گاہوں میں ہر مذہب کو نمایاں زیارت بخش کر دیگری فرمائی۔

عقیدت اور پیر مریدی کا کائنات میں ایک نیا شعور سرکار عالم پناہ کی ذات اقدس نے عطا فرمایا۔ جس کی بنیاد فقط اور فقط عشق و محبت پر ثابت کی اور تاریخ تصوف میں ایک باب کا اضافہ فرمائیا اور دور جدید کے مشائخ عظام اور بعد میں آنے والے پیران عظام کے لئے صراط مستقیم آسان اور خوبصورت انداز عطا فرمایا۔ جو حضور سے پلے تصوف کی تاریخ میں نہیں تھا۔ اول سے لے کر آخر تک خلافت جبکہ کی شکل میں یا کلاہ کے انداز میں مشائخ نے اپنے قربی عقیدت مندوں کو پہنا کر خلافت دے کر اپنے اور سلاسل کو طریقت کے میدان میں جاری رکھا جواب تک چلتا رہا ہے۔ ہمارے حضور قبلہ عالم نے کلاہ و جبکہ خلافت کو دو کاندار کے ہاتھ فروخت کر کے فیصلہ دے دیا کہ یہ خلافتیں جو ظاہر و باطن اور پیر ابن پیر پیدا کرتی ہیں۔ انہیں مسلک عشق سے دور کا تعلق بھی نہیں تھا اور اپنا لباس اتار کر حرم کعبہ کا مخصوص لباس احرام زیب وجود اقدس دور ان حج اختیار فرمایا۔ احرام کے احترام کو زندگی بھر ثابت فرمادیا کہ میں روز اول سے ہی اس مقدس لباس کا حق دار ہوں اور میرے دست قدرت کو عطا ہے کہ اس لباس میں کائنات کی دشکنی کروں جس کا حق واقعی کائنات میں عشق و محبت سے ادا ہوا اور ہو رہا ہے۔ جسے حضور نے اپنے وجود اقدس کا یہ لباس احرام خود اپنے ہاتھ سے عطا فرمایا۔ اس کی کیفیت میں انقلاب بپا فرمایا۔ وہ دنیا کے کسی دوسرے کام کے لائق نہ رہا۔ انداز دشکنی کچھ ایسے کی کہ ایک نظر سے تعلیم فرمادی اور مجاہدات سے گزار کر اپنے دور کی باعث رحمت قرار دیا۔ جو باب فیضو شاہ صاحب قبلہ وارثی حضرت محبت شاہ صاحب وارثی پنجابی نہرت قبلہ میاں حاجی او گھٹ شاہ صاحب وارثی حضرت بیدم شاہ ارجمند کا نام رشید تھا۔ میرا نام عزیز احمد رکھ کر اپنی اولاد قرار دیا اللہ امین دو

صاحب وارثی حضرت فقیر اکمل شاہ صاحب وارثی وال الحاج فقیر حیرت شاہ صاحب وارثی و حضرت فقیر انوار شاہ صاحب وارثی کے روپ میں سامنے آیا اور اپنے اپنے دور میں ان فقرا نے سرکار عالم پناہ مرشد برحق کی وضع کو عین شہنشاہ عشق و محبت سلطان معرفت کی طرح ثابت کر دکھایا۔ وارثی سلسلہ کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ سرکار عالم پناہ وارث کائنات سے پرده فرمائے گئے یا موجود ہیں۔ ان کے روپ نے ہمیشہ سرکار عالم پناہ کا مشاہدہ اہل محبت کو دیا۔ جس کی مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ میں بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ میرا ابتدائی زمانہ یا پیدائش سمجھ لیں۔ وارثی فقرا کی گود میں ہوئی۔ حضرت قبلہ فقیر محبت شاہ صاحب وارثی پنجابی سنگھوئی میں ہمارے گھر میں رہتے تھے۔ میرا بچپن آپ کی خدمت میں گزر۔ میں نے ہوش سنبھالا تو زرد احرام میں لمبوس فقیر کو دیکھا جو ہر روز صبح سے شام تک ضعیف، جوان اور بچوں کو عطا ہی عطا فرماتے اور محبت ہی کا درس دیتے۔ جس میں کسی حرص اور خواہشات کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہی حال میرے گھر کے بزرگ جو رشتہ میں میرے تھا اور باب بھی تھا جن کے حضور میرے والد صاحب قبلہ اور میری والدہ محترمہ نے پیدائش کے بعد پیش کیا اور نام رکھایا کہ یہ آپ کا ہے۔ آپ ہی اس کا نام رکھیں تو حضرت قبلہ فقیر اکمل شاہ صاحب وارثی نے میرا نام عزیز احمد تجویز فرمایا کیونکہ حضرت کا ایک لڑکا تھا جس کا نام رشید احمد تھا۔ اس کے نام سے میرا نام رشید احمد رکھا۔ میرے والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب میرے دو لڑکے آپ کے دو لڑکے میرے بڑے بھائیوں کے نام محمد حسین اور زاہد حسین تھے۔ حضرت اکمل شاہ صاحب وارثی کے فرزند ارجمند کا نام رشید تھا۔ میرا نام عزیز احمد رکھ کر اپنی اولاد قرار دیا اللہ امین دو

وارثی فقراء حضرت فقیر محبت شاہ وارثی پنجابی اور حضرت فقیر اکمل شاہ صاحب وارثی کے زیر نظر فیض اثر تعلیم حاصل کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت محبت شاہ صاحب وارثی کے وصال تو مراد آباد سوارہ شریف میں ہو گیا۔ میں اس دور میں شلیخ راولپنڈی ساگری ہائی سکول میں زیر تعلیم تھا کہ طبیعت اچانک ہو گئی۔ خلجان پیدا ہوا۔ سکول چھوڑ کر بھاگا اور دہلی شریف، سارن پور، کلیر شریف سے ہوتا ہوا اجیزیر شریف حضور غریب نواز کی حاضری میں پہنچا۔ اس وقت خواجہ سید حسن امام صاحب قبلہ چشتی وہاں موجود تھے۔ قدرتی اتفاق کہ انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کماں رہو گے۔ میں نے عرض کیا یہ میں رہوں گا۔ لہذا مجھے ایک مجرہ دے دیا اور فرمایا درگاہ شریف کی صفائی کیا کرو۔ میں گیارہ ماہ ۲۲ دن تک درگاہ شریف کی جاروب کشی کرتا رہا۔ لنگر ملتا تھا۔ رہنے کی جگہ موجود تھی۔ بے شمار لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ رہا۔ ابوالحسن شاہ صاحب قبلہ وارثی محمود صاحب وارثی، بیدم شاہ صاحب وارثی قبلہ پنڈت الف شاہ صاحب وارثی، پنڈت ویندار شاہ صاحب وارثی کی ملاقات اجیزیر شریف میں ہی ہوتی رہی اور میں حضرت اکمل شاہ صاحب وارثی کا پوچھتا رہا۔ گیارہ ماہ ۲۳ دن کے بعد خواجہ صاحب نے صحیح اجازت اچانک دے دی کہ آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ آپ کو جانے کی اجازت ہے اور دیوالی شریف چلے جائیں۔ کافند پر نقشہ بنانا کر دیا کہ لکھنؤ جا کر وہاں سے بارہ بنکی پھر دیوالی شریف۔ لہذا میں حاضر ہوا تو حضرت فقیر اکمل شاہ صاحب آستانہ عالیہ پر موجود تھے۔ وقت گھر بیال بتا رہے تھے۔ میں سامنے ہوا تو حیران ہو کر دریافت فرمایا ”او تم کیسے یہاں آگئے۔ گھر کے لوگ سال بھرست پریشان ہیں۔ کماں رہے ہو۔“ سامنے آستانہ شریف پر

حضور قبلہ و کعبہ فقیر میاں او گھٹ شاہ صاحب وارثی تشریف فرماتھے۔ انہوں نے بلند آواز سے پوچھا ”خانظہ می کون ہے؟“۔ آپ نے فرمایا ”حضور! یہ صویڈ ار صاحب کا لڑکا ہے۔ ایک سال سے گم تھا۔ اب یہاں آگئا ہے؟“۔ آپ نے فرمایا ”بلانے والے نے بلایا۔ اسے میرے پاس بٹھا دو۔ چھوڑو اسے کچھ نہ کو۔“۔ مجھے پاس بٹھایا۔ شفقت فرمائی۔ للن جام کو بلا کر کہا کہ اسے ساتھ لے جاؤ۔ کپڑے بدی کرو اور گیسو تراشی کر کے غسل کرائیں اور پھر لے کر آؤ۔ لہذا للن ارشاد بجا لایا اور پھر اپنے ساتھ لے کر آیا۔ میں نے حضرت کے مجرہ میں رات گزاری۔ صحیح حضور اکمل شاہ صاحب بازار سے تبرک لائے اور حضور میاں صاحب قبلہ کے سامنے رکھا کہ اب یہ آگئا ہے۔ اسے سرکار عالم پناہ کے حضور پیش کر دیں۔ غلامی میں داخل ہو جائے۔ لہذا صحیح صحیح حضور قبلہ میاں او گھٹ شاہ وارثی نے مجھے غلامی کے لئے سرکار عالم پناہ کے حضور پیش فرمایا۔ آج تک تعلیم کا پہلا مرحلہ جس کی ابتدا حضور قبلہ و کعبہ میاں او گھٹ شاہ صاحب وارثی نے فرمائی۔ ابھی تک یاد ہے اور میرے لئے راہ ہدایت اور سرمایہ حیات داخل سلسلہ وار ہی کے بعد فرمایا۔ یاد رکھنا یہ تمہارے پیر ہیں تم ان کے مرید ہو۔ ہم تم بھائی ہیں۔ کوئی بات پوچھنا ہو مجھ سے دریافت کر لینا۔ ان سے کچھ نہیں طلب کرنا۔ جو دیں وہ لے لینا۔ ازبس یاد رکھو۔ میرے بچپن کا زمانہ، مطالعہ سے نا بلند، دن رات سوچتا رہا کہ پیر اچھا پکڑا کہ اس سے مانگو کچھ نہ۔ عجیب سا معاملہ ہے۔ ایک احرام پوش ضعیف العمر مجھے اپنا بھائی کرتا ہے۔ میری سمجھ سے باہر تھا اور میں رات بھر سوچتا رہا۔ صحیح ناشتہ کا دستر خوان بچھا۔ بلا یا گیا۔ دستر خوان پر ہی حضور میاں صاحب قبلہ نے فرمانا شروع کر دیا۔ کہ آج

کل لوگ ابتدائیں اگر سچنا شروع کر دیتے ہیں کہ پیر اچھا پڑا کہ مانگو کچھ نہ۔ جو دیں وہ لو۔ مگر یہ نہیں سوچ سکتے کہ جو مانگ کر لو گے اس کے خود زمہ دار ہو جائے۔ جو وہ خود دیں گے اس کے وہ زمہ دار ہوں گے۔ عشق و محبت میں پیری مریدی نہیں۔ وہی سب کے مالک ہیں۔ ہم سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ باپ کی موجودگی میں کوئی خود مختار نہیں ہوتا۔ قدرت نے ہمیں دولت محبت عطا فرمایا کہ حیات و موت کی کلکش سے آزاد کرنے والا ہمیں وہ زندگی عطا فرمانے والا جسے زوال نہ ہو جو کائنات میں سب سے زیادہ لطیف اور پرسرور ہے۔ جو اسے یاد رکھے وہ کامیاب جو اس سے دور رہا وہ ناقص۔ لہذا ایک عرصے کے بعد تعلیم کی سمجھ آئی اور شکر ادا کیا کہ خاک ٹھکانے لگی۔ ورنہ بیکسی اپنا مقدر ہوتا۔ یہ نظر کرم کافیض ہے کہ اب تک ان کے سارے جی رہے ہیں۔ میں نے کافی سے زیادہ لکھ دیا۔ وہ کچھ لکھ دیا جو میرے بس میں بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ سلسلہ وار یہ موجودہ دور میں احرام کا احترام چھوڑ رہا ہے۔ جماں دیکھو کوئی زرد رنگ کی چادر کندھوں پر ڈالے بیٹھا ہے۔ کوئی اپنی مرضی سے احرام پسے بیٹھا ہے۔ کوئی احرام پن کر گھر پھر رہا ہے۔ پیری مریدی کو فروغ دے رہا ہے۔ وارثی حضرات کے گھروں میں واقفیت پیدا کر کے ہر دو تین ماہ کے بعد وہاں جانا ایک طریقہ بنالیا ہے۔ ہر کس وناکس کو احرام دینا۔ حالانکہ خود وہ احرام پوش نہیں ہوتا نہ اسے کسی احرام پوش سے احرام عطا ہوتا ہے۔ نہ تعلیم و تربیت ہوتی ہے اور نہ اجازت بیعت۔ مگر ذریعہ روزگار کے لئے اس نے لوگوں کو احرام دے رکھے ہیں۔ مجاهدہ نام کی چیز سے نابلد نہ عبادت و ریاضت کی تعلیم۔ لہذا وہ احرام پوش سلسلہ عالیہ کی بدناہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ جن

کے لئے میں سرکار عالم پناہ کے چند ارشادات تحریر کروں گا۔ اسکے سلسلہ عالیہ وار یہ کامیں حق ادا کروں۔ سرکار عالم پناہ کا فرمان ہے۔ فرمایا "عشق میں ترک ہی ترک ہے۔ ترک دنیا۔ ترک عقیلی۔ ترک مولی ترک ترک اور اپنا آپ فراق ہے۔ فرمایا منزل عشق میں ذات صفات ہو جاتی ہے اور صفات ذات۔ فرمایا محبت میں کفر و اسلام سے غرض نہیں۔ اس میں شریعت کو کچھ دخل نہیں۔ اہل تصوف کے بعض الفاظ بادی النظر میں اہل کواہر کو کراہیت معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً " وہ ایسے نہیں ہوتے۔ ان کی اصطلاح میں جداگانہ ہوتی ہیں۔ ارباب ظاہر ان الفاظ کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور انہیں معنوں پر حکم لگا دیتے ہیں اور مشاغل کے منکر ہو کر اس کو کافروں منکر زندیق قرار دیتے ہیں۔ کاش کوئی عشق و محبت کے سوز و گداز میں بتلا ہو کر اپنے احساس کی ترجیhanی کر سکے۔ فرمایا عاشق وہ ہے جو اپنی ہستی سے گزر جائے۔ مردہ ہو جائے۔ خود کو زندوں میں شمارنے کرے۔ فرمایا عشق میں امیدیں اور خواہیں سب مست جاتی ہیں۔ کوئی بات کسی غرض پر مبنی نہیں ہوتی۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ عاشق کا دین و دنیا دونوں خراب۔ فرمایا عشق وہی ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ عشق میں انتظام نہیں۔ عاشق وہ ہے جس کی ایک سانس بھی یاد مطلوب سے خالی نہ ہو۔ محبت میں ادب و بے ادبی کا فرق نہیں ہے۔ عاشق کو خدا معمشوں کی صورت میں ملتا ہے۔ محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ محبت ہے تو ہم ہزار کوس پر تمہارے ساتھ ہیں۔ محبت میں بے ادبی عین ادب ہے۔ محبت عین ایمان ہے۔ فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ چونکہ منزل عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔ فرمایا عاشق کے مرید پیروکار کا انعام خراب نہیں ہوتا۔ فرمایا

اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط نکل جائے تو اس کو بھی خدا درست کر دتا ہے۔ فرمایا عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اس پر نہ سانپ کا زہرا شکر کر سکتا ہے۔ نہ شیر کھا سکتا ہے۔ فرمایا محبت کرو۔ کب سے کچھ نہیں ہوتا۔“

حضور قبلہ عالم نے یہ تو محبت عشق کی تعریف میں ہدایات فرمائی ہیں۔

جس طریقہ سے حضور قبلہ عالم نے عالم انسانی کو تعلیم فرمائی ہے۔ یہ واحد حضور سرکار عالم پناہ کا ہی حصہ ہے۔ نہ یہ تعلیم پہلے تھونہ بعد میں ہو گی۔

نفراء کو اپنا استعمال شدہ احرام عطا فرمایا کر نام بدل کر خطاب ”شاہ“ سے نواز کر فیض سے بھر پور فرمایا مخصوص تعلیم سے نوازا اور اپنے در کے فقیر کو رضاو تعلیم کی پر خطر راہ سے ذرا برابر بھی نہیں دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ سرکار عالم پناہ کے ہر فقیر احرام پوش کی زندگی اپنے دور میں وحدت و توحید کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ ہر احرام پوش ایک مخصوص انداز رکھتا تھا۔ جو دوسرے میں نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے لئے خاص فرمان تھے۔ جیسے کہ ہم تمہیں فقیر ہنا رہے ہیں۔ کہیں امیر نہ بن جانا۔ فقیر وہ ہوتا ہے جو خدا سے بھی نہ مانگے۔ فقیر وہ ہے جس کا ایک سانس بھی یاد مطلوب سے خالی نہ جائے۔ فرمایا بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ ہرگز نہ پھیلے۔ لاطعم ہو کر رہے اور تعلیم و رضا پر قائم رہے۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ فقیر کو سوال حرام ہے۔ مرید ہو تو ایسا کہ پیر کے سینے پر سوار ہو کر اپنا حصہ حاصل کرے۔ پیروں کو رسی مرید بہت ملتے ہیں جو پیروں کا ذریعہ نفس بن جاتے ہیں مگر مراد قسمت سے ہاتھ آتا ہے۔ جیسے حضرت خواجہ بوسعید

کو حضور غوث پاک ”خواجہ عثمان ہاروی“ کو خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز حضرت بابا فرید الدین سخن شکر کو حضرت نظام الدین اولیاء محبوب اللہی اور انہیں

امیر خسرو و حضرت علاء الدین صابر اور ان کو حضرت شمس الدین ترک پانی پتی۔ فرمایا جب کچھ نہ رہے گا تو فقیر ہو گا۔ فقیری ایک کے ہو کر ایک میں گم ہو جانے کا نام ہے۔ یہ تو ترتیب سرکار عالم پناہ شنسٹاہ طریقت کی ہے۔ جو چلتے چلتے اب پاکستان میں رسم بن کر رہ گئی ہے۔ جسے دیکھو احرام باندھے ہوئے پیر بن کر داریوں کے گھر گھر پھرتا ہے۔ ایک دن میں احرام پہن کر دوسرے دن لوگوں کو اپنی ذاتی بیعت میں داخل کر کے انہیں اپنا ذاتی مرید بنایا کر اپنی ذاتی آمدن کا ذریعہ بنایتا ہے۔ اسی سے سرکار عالم پناہ نے بارہا روکا ہے۔ اسے غلط قرار دیا ہے۔ فرمایا ہے کہ اہل محبت و عشق کا یہ شیوه نہیں۔ جماں ہم سرکار عالم پناہ کی وضع داری کی پابندی کرتے ہیں۔ وہاں اس کا احساس نہیں کہ حضور قبلہ عالم نے زر کو اپنا ہاتھ نہیں لکایا۔ حضور قبلہ میاں حاجی فقیر او گھٹ شاہ صاحب و ارشی فرماتے تھے کہ جب ہم نے سرکار عالم سے دریافت کیا کہ آپ زر کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ساری دنیا کا سفر فرمایا۔ کچھ عجیب سما محسوس ہوتا ہے۔

حضور قبلہ عالم نے فرمایا وہ ہاتھ جو دست یہ اللہ کھلاتا ہے، وہی ہاتھ کن کی تخلیق میں مستعمال کیا جائے۔ وہ جب غیر از خواہشات میں استعمال ہو گا تو دست یہ اللہ نہیں کھلاتے گا۔ میرے جد امجد میرے ہاتھ کو دست یہ اللہ قرار دے چکے ہیں۔ یہ اعزاز مجھے روز اzel سے ملا ہے۔

لہذا میرا ہاتھ خدا کی بنائی ہوئی کسی چیز کا طلبگار نہیں ہو سکتا۔ مجھے دست یہ اللہ کی خفاظت کرنے کے لئے ہر حرہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اسی کی تعلیم حضور قبلہ عالم اپنے فقیر احرام پوش کو جسے اپنے وجود اقدس کالباس عطا فرماتے اور تاکیدا ”فرماتے کہ اپنا دست طلب کسی اور کے سامنے کیا خدا کے سامنے

بوز گزار کر حاصل کیا تھا۔ کئی کئی سال تک روزے رکھ کر سرکار عالم پناہ کے حکم کی قیبل فرمائی تھی۔ مگر آج کل پہلے دن مرید ہوئے، دوسرے دن احرام پہنا اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی احرام پہنانا شروع کر دیا۔ روپ بدل کر ذریعہ رزق بنا کر یہ پیشہ شروع کر دیا اور بال بچوں کی پرورش مریدان کی کمائی سے شروع کر دی۔ جو کمایا، بال بچہ کو کھلایا اور نام احرام کا بننام کیا۔ حضور دامتغیظ رحمة اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

التصوف هو المریہ والمعتوہ و ترک التکلف والخوا۔ تصوف آزادی جوان مردی ترک تکلف اور سخاوت کا نام ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں التصوف الیوم الہ بلا حقیقت و قد کان من قبل حقیقت بلا اسم۔ آج تصوف بے حقیقت نام ہو کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ حقیقت ہی حقیقت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔ ایک جگہ فرمان ہوتا ہے کہ گذڑی عوام کے لئے نعمت اور خواص کے لئے مصیبت کی زرد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام اکثر پریشان حال ہوتے ہیں۔ ان کا ہاتھ کہیں نہیں پہنچتا۔ نیز علاوہ حصول جاہ و دولت کے لئے ان کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوتا جس سے وہ دنیا و دولت اکٹھی کر سکیں۔ دوسری طرف اگر خواص اس راہ کی طرف آئیں تو انہیں اپنی امارت و ریاست چھوڑنی پڑتی ہے اور عنزت کی جگہ ذلت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ خواص اس کے حق میں جو چیز مصیبت ہے۔ عوام کے حق میں وہی چیز نعمت ہے۔

فرماتے ہیں۔ آج کل ایسے لوگوں کی کثرت ہے۔ بس مناسب ہے کہ جو کام تم سے نہیں ہو سکتا اس کا ارادہ بھی نہ کرو۔ اگر تم ہزار سال بھی طریقہ قبول کر لینے کے بارے میں کہتے ہو تو یہ اس لمحے کی مثال نہیں بن سکتی جس

بھی دراز نہ کرنا۔ ورنہ دست گیری کے قابل نہیں رہو گے۔ مگر اب ہمہ یا میں نظر آ رہا ہے۔ سرکار عالم پناہ خود ہی ہمارے حال پر کرم فرمائیں۔

ہم نے حضرت فقیر محبت شاہ صاحب دارثی پنجابیؒ کو دیکھا جو توکل و رضا و تسلیم میں اپنا جواب آپ تھے۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ نہ سرکار عالم پناہ کی یاد کے بغیر اور کوئی سرمایہ تھا۔ مگر گاؤں جب چھوڑا پھر اس طرف کا رخ نہیں فرمایا۔ یہی حال حضرت فقیر حاجی اکمل شاہ صاحب دارثی کا تھا کہ فقیر ہوئے۔ گھر کو خیر آباد فرمایا۔ پھر رخ نہیں کیا۔ جوان لڑکا اچانک فوت ہونے کی خبر ملی۔ فرمایا شکر ہے کہ اب ہم فقیر ہوتے جاتے ہیں۔ بغیر سرکار عالم پناہ کی محبت کے باقی اور کچھ نہ رہے۔ یہی عالم حضرت فقیر محبت شاہ دارثیؒ کا دیکھا کہ آیا بہت کچھ دنیا جہان کا سامان آ رہا ہے۔ جو سارے دن میں تقسیم فرمائی رات کو بے قدر ہو کر آرام فرمائے ہیں۔ نہ صبح کی فکر اور نہ شام کے لئے طلب ہے۔ عرصہ دراز حرمین شریفین کی حاضریاں ہوتی رہیں۔ مگر بے سرو سامانی کا عالم ساتھ ساتھ رہا۔ حیران ہوتے تھے کہ نظام کس طرح چل رہا ہے۔ عرس بزرگان بھی ٹھانٹھ سے کر رہے ہیں۔ غریب نادر غلاموں کو بھی نواز رہے ہیں اور زر نقد بھی کچھ نہیں مگر آتا ہے جا رہا ہے۔ یہی سادگی حضرت حاجی فقیر انوار شاہ صاحب دارثی کی دیکھی گئی کہ پاس کچھ نہیں مگر اطمینان حد سے زیادہ ہے۔ یہ مثالیں میں نے اس لئے دی ہیں۔ کہ سلسلہ عالیہ اپنے اندر بے شمار مخفی اسرار رکھتا ہے۔ مگر اس کا استعمال غلط راستہ اختیار کر چکا ہے جس کی وجہ سے وہ کیف و سرور دن کافور ہو رہا ہے۔ جس کے لئے ہمارے فقراء نے مجہدے ریافت کر کے حاصل کیا تھا۔ کئی کئی سال جنگلوں سیاحت ملک در ملک شب و

میں طریقت خود تمہیں قول کرے۔ یہ صرف خرقہ پوشی احرام پوشی کا کام نہیں۔ یہ تو آتشِ عشق میں جلنے کا نام ہے۔ جو شخص طریقت سے آشنا ہوتا ہے۔ اس کی امیرانہ قباجھی دروسی کی عبا ہے اور جو شخص اس راہ سے بیگانہ ہے۔ اس کا خرقہ احرام اس کے لئے نخوست اور قیامت کے دن باعث شقاوت ہوگی۔ چنانچہ ایک بزرگ سے لوگوں نے کہا آپ خرقہ فقر کیوں نہیں پہنتے۔ آپ نے فرمایا جوان مردوں کا لباس پہنا اور اس کی ذمہ داریں پوری نہ کرنا منافقت ہے۔ اس کا روز حساب خطرناک ہے۔ اگر یہ لباس کوئی اس لئے پہنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے خاص بندوں میں شمار ہو تو وہ لباس کے بغیر بھی اپنے بندوں کو جانتا ہے۔ اگر اس لباس کا مقصد یہ ہے کہ تخلوق اسے ولی اللہ سمجھے۔ اس صورت میں اگر وہ واقعی ولی اللہ ہے تو یہ ریا ہے اور اگر وہ نی احیقت ولی اللہ نہیں تو یہ منافقت ہے۔ یہ راستہ انتہائی دشوار اور پر خطر ہے۔ اہل حق اس سے بلند و بالا ہیں کہ ان کی معرفت اور شناخت کسی قسم کے کپڑوں سے کی جائے۔

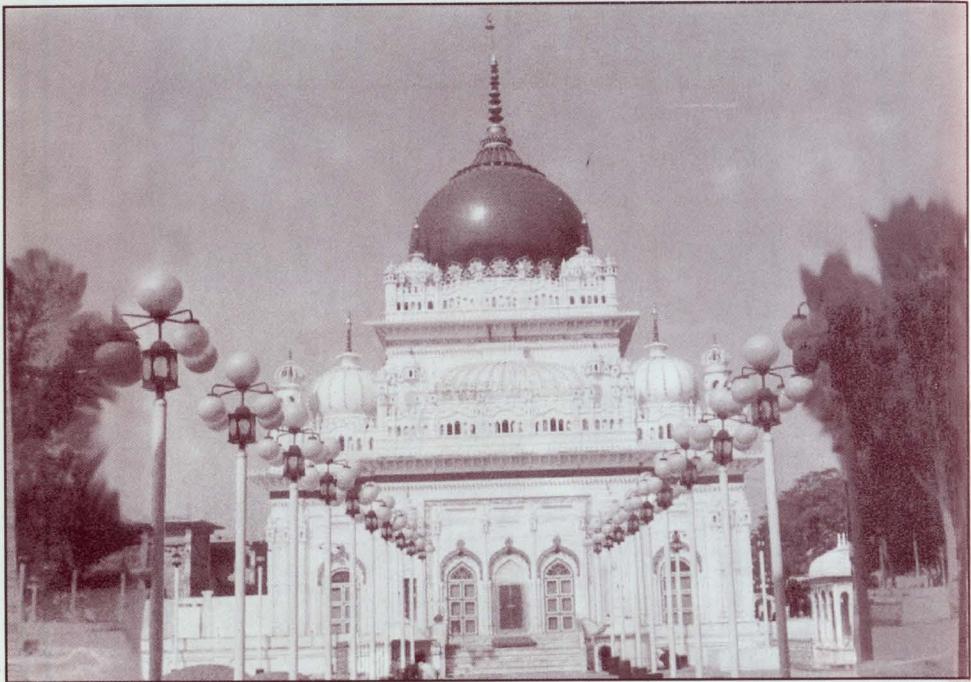
وضاحت کی ہے۔ حضور سرکار عالم پناہ وارث پاک اور بزرگان دین کی تعریف لکھنے کے قابل ہم نہیں ہیں، نہ ہی ان کی تعریف ختم ہو سکتی ہے۔
 بہرحال عزیز و محترم جناب میان اللہ عطا اللہ صاحب ساگر وارثی جو
 حضرت الحاج فقیر حیرت شاہ وارثی کے دست گرفتہ ہو کروارثی ہیں۔ اور سوز و
 گداز کی سانسوں سے اپنی زندگی دنیادار ہوتے ہوئے کئی مشکلوں مصیبتوں میں
 جتل رہتے ہوئے گزار رہے ہیں۔ واقعی سوز و گداز ہی یادیار کی نشانی جس کے
 لئے انتخاب ہے کہ سرکار عالم نواز میان عطا اللہ ساگر وارثی کو یہیشہ ہی اپنے کرم
 فضل اور رحمت سے نوازیں۔ سلسلہ عالیہ کے لئے شب و روز اپنے آپ کو
 وقف کئے ہوئے ہیں۔ علمی ذوق جو سرکار عالم پناہ نے عطا فرمایا۔ اس سے کام
 لیتے ہوئے یہیشہ کے ہوئے ہیں۔ علمی ذوق جو سرکار عالم پناہ نے عطا فرمایا۔ اس
 سے کام لیتے ہوئے یہیشہ یہیشہ تصوف کا تاریخی پس منظر پیش کرتے رہتے ہیں۔
 آج کل حضرت فقیر محبت شاہ صاحب وارثی پنجابی اور حضرت اکمل شاہ صاحب
 وارثی کے حالات پر مطالعہ کر رہے ہیں اور اس مطالعہ کی ابتداء کے لئے مجھے
 لکھنے کے لئے پیش لفظ کا حصہ دیا۔ گوئیں اس قابل تو نہیں مگر ایک عزیز محن
 جو میرے بہت قریب میرے سانسوں سے واسطہ ہے۔ اسے ٹال نہیں سکتا۔
 لہذا جس قدر لکھ سکتا تھا لکھا۔ اگر کوئی تحریری غلطی یا کمیں گستاخی میرے قلم
 سے سرزد ہوئی ہو تو مغدرت خواہ ہوں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ میرے عزیزو
 محترم میان عطا اللہ ساگر وارثی پر سرکار عالم پناہ اپنا کرم روز مشریک فرماتے
 رہیں۔ ہر مشکل ہر مصیبت میں حضور دیگیری فرمائیں۔ قبلہ عالم کا کرم یہیشہ ان
 کی اولاد پر ان کے خاندان پر قائم و دائم رہے۔ تاکہ سدا یہ اپنے ذوق و شوق

سے مسلسلہ عالیہ اور تصوف کی خدمت کرتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

گدائے وارث ارش علیؒ

فقیر عزت شاہ وارثؒ

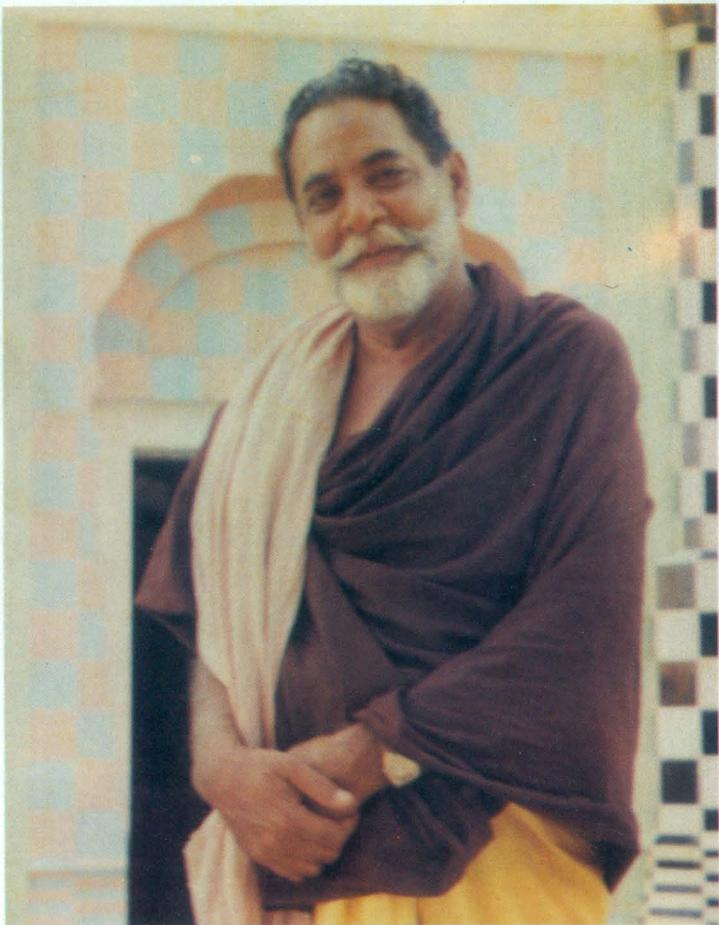
ایں سلامِ من رسائی کا شاہ اے وارث علی
تادرِ سلطانِ دیں فخرِ نبیٰ یعنی علی



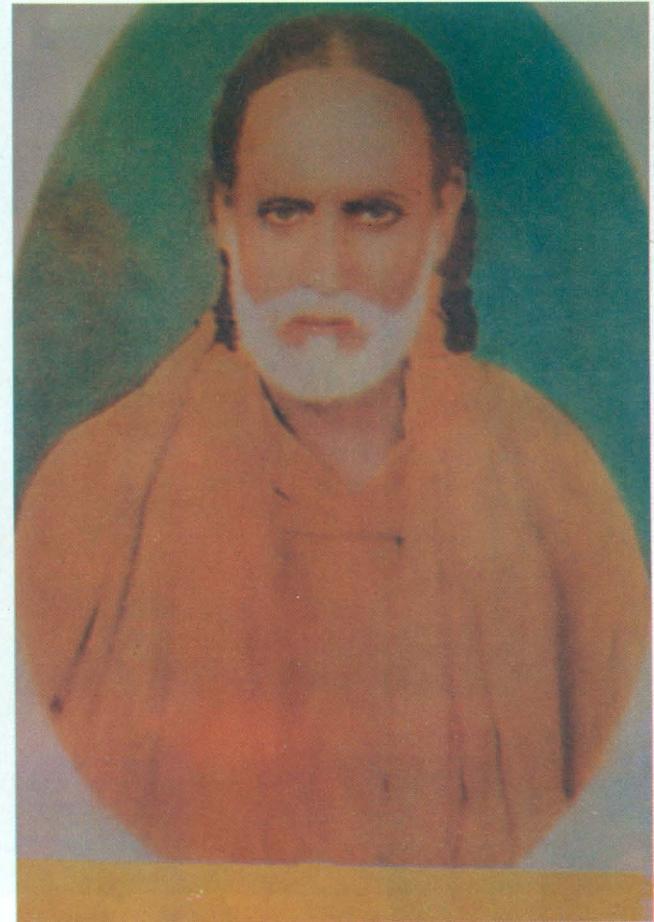
آستانہ عالیہ۔ حضور سرکار عالم پناہ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ دیوبہ شریف (انڈیا)



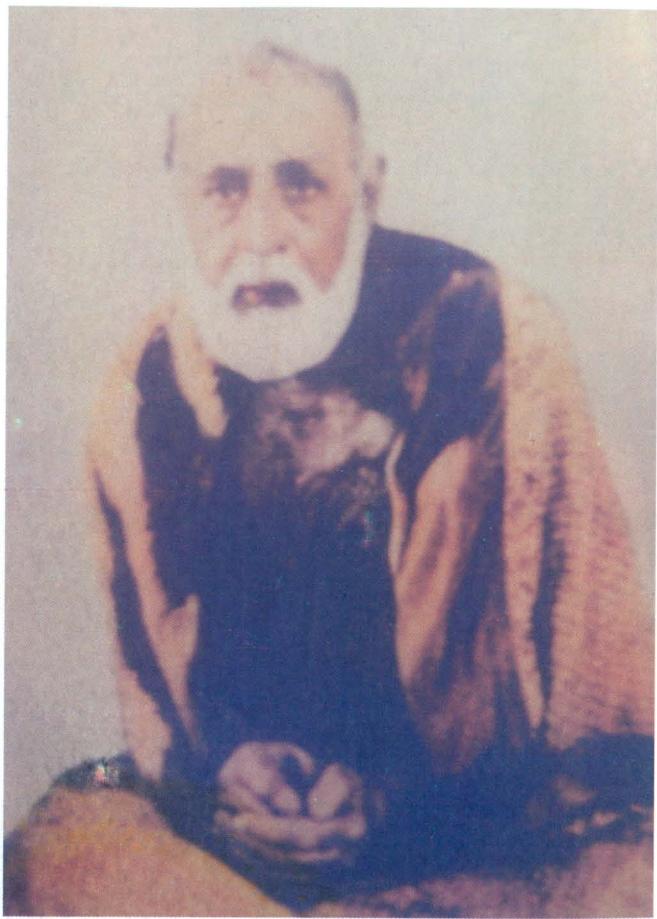
حضور سرکار عالم پناہ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ عظیم اللذکرؒ



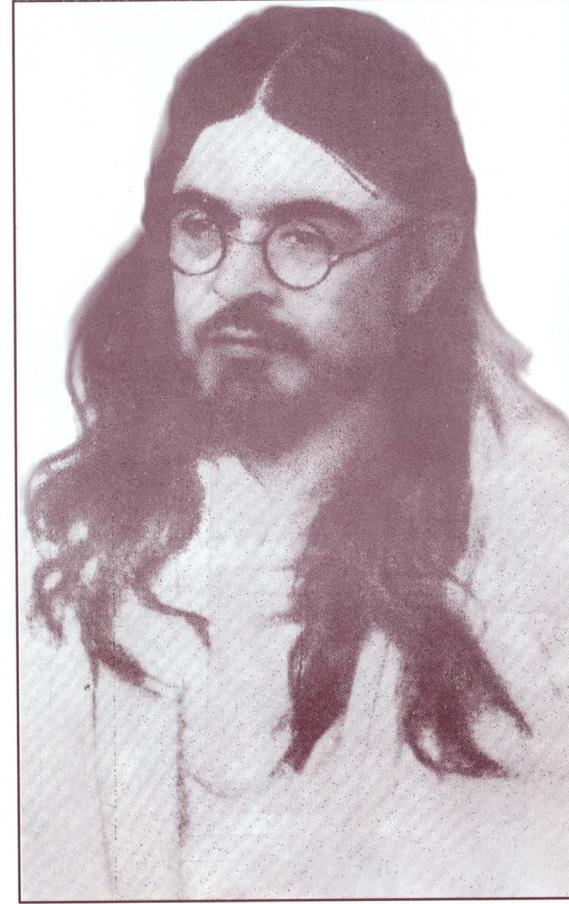
حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثی مولہ



حضرت حاجی حافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ



حضرت حاجی فقیر او گھٹ شاہ وارثیؒ



حضرت حاجی میاں جیرت شاہ وارثیؒ

حضرت حافظ حاجی قاضی اکمل شاہ وارثی علیہ الرحمۃ

حضرت قبلہ حافظ حاجی قاضی اکمل شاہ وارثی "کا اصلی نام قاضی محمد خورشید عالم المعروف بہ فقیر حافظ قاضی اکمل شاہ وارثی " تھا۔ آپ " کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ قاضی محمد عطا " تھا۔

ولادت باسعادت

آپ " تقریباً ۱۸۷۲ء میں بمقام موضع ملوو سنگھوئی ضلع جلم میں ایک معزز خاندان مغل براں میں پیدا ہوئے جن کا شجرہ نسب شزادہ دارا شکوہ بن شاہجہان بادشاہ سے ملتا ہے۔

شجرہ نسب

قاضی خورشید عالم المعروف بہ فقیر قاضی اکمل شاہ وارثی " بن قاضی حافظ محمد عطا بن قاضی حافظ رکن عالم بن قاضی حافظ محمد حسن " بن قاضی غیاث الدین بن قاضی حفیظ اللہ بن قاضی ہدایت اللہ (نقش بر سینہ لا الہ الا اللہ) بن قاضی عبدالخالق بن قاضی نور محمد بن قاضی فتح محمد بن پیر شکوہ بن دارا شکوہ بن شاہجہان بادشاہ۔

سکھوں کے عمد حکومت میں ریاست سنگھوئی بعد راجہ لعل سنگھ

قاضی محمد حسن جو علوم دین میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے کو علاقے کا قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا۔ قاضی محمد حسن ”کا آبائی وطن ضلع گجرات تھا۔ وہاں سے بے سب قاضی القضاۃ کا عمدہ مقرر ہونے اور اس کے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے نقل مکانی کر کے قصبه سگھوئی میں آ کر آباد ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر کے برکنارہ دریائے جمل اور سربز زرخیز علاقہ دیکھ کر مستقل سکونت قصبه سگھوئی کی اختیار کر لی۔

قاضی محمد حسن ”کے ہاں اللہ تعالیٰ نے قاضی محمد عطا ”کو پیدا کیا اور جن کے بڑے فرزند ارجمند قاضی خورشید عالم تھے۔ جو بعد میں قاضی اکمل شاہ و ارشی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ حافظ جی کے اعلیٰ اور معزز القبابات سے مشهور و معروف ہوئے۔

قاضی محمد عطا (ف - ۱۹۲۳ء) کے برادر اصغر قاضی محمد بقا تھے۔ جن کو عالم شباب میں قدم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتفاقیہ زیارت ہو گئی۔ بس اس وقت سے ان کی حالت غیر ہو گئی اور اس دنیا کے تمام قبودو جنہیں سے آزاد ہو گئے اور حالتِ مجزوبیت طاری ہو گئی۔ مگر بعد میں کبھی کبھی محیت کی کیفیت بھی طاری ہو جاتی۔ جس میں روزہ نماز کی پابندی اور درس و تدریس کا شغل بھی فرماتے۔ لیکن کرم نوازی اور نظرِ کرم اپنے بڑے بھتیجے (خورشید عالم) پر تھی اور اکثر زبان گوہر فشاں سے فرمایا کرتے تھے ”خورشید واقعی خورشید ہو گا“ اس کے بعد تقدیر لگاتے۔ خاندانی بزرگوں سے ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بڑے دادا جان ”اپنے چھوٹے بھائی دادا جی محمد بقا پر بوجہ کسی خاص بات کے خفا ہوئے اور اظہارِ ناراً صنگی فرمایا۔

اس ناراً صنگی کا سبب ایک یہ بھی تھا کہ آپ ”حالتِ مجزوب“ میں تھے کہ کسی بے عقل اور حالتِ مجزوبیت کو نہ سمجھنے والے کو آپ ”محمد بقا“ سے شکایت پیدا ہوئی تو اس نا سمجھے نے حضرت بڑے دادا صاحب ”سے شکوہ و شکایت کا اظہار کر دیا۔ بڑے دادا جان ”نے یہ سن کر طیش و غصہ میں آ کر اپنے دو چار خادموں سے کہہ کر دادا جان قاضی محمد بقا ”کو لو ہے کی زنجیر میں جکڑ کر کیکر کے ایک درخت کے ساتھ مضبوطی سے بند ہوا دیا۔ حضرت قبلہ قاضی صاحب ”خاموشی“ سے یہ سارے حالات دیکھتے رہے۔ جب خادموں کو لیکن ہو گیا کہ اب آپ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ تو آپ ”نے استفسار کیا ”بھی مضبوط کس کر باندھا ہے تاں“ خادموں نے جواب دیا اب تو آپ ”اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے۔ --- خورشید عالم ”صاحب اپنی آنکھوں سے یہ تمام منظر دیکھتے رہے۔ ویسے بھی آپ اس وقت نابالغ تھے۔ ان کی پریشانی دیکھ کر بڑے دادا جان ”نے انہیں جھٹک دیا اور پریشانی کو دور کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ جناب قاضی محمد بقا ”نے خورشید عالم ”کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ میری زنجیر کھولو۔ بڑے دادا جان ”نے خورشید عالم ”کو مذاقا ”فرمایا۔ جاؤ! اور چچا میاں کی اس تکلیف سے خلاصی کراو۔ جناب خورشید عالم ”چچا جان ”کے قریب آئے تو چچا جان نے حکم دیا کہ میری زنجیر کو کپڑو۔ جو نئی آپ ”نے زنجیر کو ہاتھ میں کپڑا۔ قاضی محمد بقا ”نے زور سے اچھل کر دونوں پاؤں کی ایڑیاں نہیں پر ماریں اور ساتھ ہی ”حق“ کا نعرہ لگایا اور زنجیر کھل کر نیچے زمین پر گر پڑی۔ اردو گرو لوگوں کا نجوم تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سب ششد رہ گئے۔ بڑے دادا جان ”نے دوبارہ سہ بارہ مضبوطی سے بند ہوا یا کہ شاید باندھنے میں کچھ کسر رہ گئے۔ بڑے دادا جان ”نے دوبارہ سہ بارہ مضبوطی سے بند ہوا یا کہ شاید باندھنے میں کچھ کسر رہ گئی ہو لیکن ہر بار زنجیر کھل کھل جاتی۔

تمی۔ آخر کار آپ نے فرمایا ”یہ نہیں بندھتا“ واللہ اعلم بالصواب۔ اس میں کیا راز تھا کہ قاضی صاحب ”نے بھائی کو مخاطب ہو کر فرمایا ”بھیا! نا راض نہ ہونا“ اب راز کھل چکا ہے اور یہ ناچیز آپ کا برادر حقیقی ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ اب تمہاری اولاد میں ایک فرد ایسا پیدا ہوتا رہے گا جس کو لباس فقر عطا ہوتا رہے گا۔“

اور یہ پیش گوئی واقعی وجہ ثابت ہوئی اور آج تک تو یہی کچھ ہو رہا ہے۔ پھر اس کے بعد کبھی بھی دادا جان ”اور دوسرے لوگوں کو قاضی محمد تقیٰ سے شکایت نہ ہوئی۔

تعلیم

خاندانی روایت و دستور کے مطابق حضرت خورشید عالم ”کی تعلیم کی ابتداء چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر پر ”سم اللہ“ حضرت قاضی محمد تقیٰ کے دستِ حق پرست سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم تھوڑی سی مدت میں آپ نے مکمل کر لی۔ اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس دور کے عالم و فاضل مولانا عبدالرحیم ”صاحب کی خانقاہ کھڑی شریف“ کے دارالعلوم میں داخلہ لے لیا۔ اس مدرسے سے آپ ”نے درس نظامی اور مروجہ علوم کی تکمیل کی اور دستار فضیلت حاصل کر کے تعلیم ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ اس کے علاوہ آپ نے کچھ مدت مولانا کرم الدین ”صاحب“ سے بھی استفادہ کیا جو بھیں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد باطنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ذوقِ

طلب پیدا ہوئی۔ مغل براں کا یہ خاندان پہلے سے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمة کے دستِ حق پرست پر خاندان قادریہ عالیہ میں داخل تھے۔ اس سلسلہ عالیہ قادریہ میں بہ سببِ عشق و محبت ایک معزز مقام رکھتے تھے اور معاشرے میں بندہ پروری کی وجہ سے مشہور و معروف تھے اور آج بھی ہے۔ حسب سابق روایت خاندانی حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی ”صاحب اسی روایت کو زندہ و جاوید رکھنے کے لئے چند احباب کے ہمراہ (میاں اللہ رکھا اور میر اللہ دین نمبردار مرحومین) کی میت میں آستانہ عالیہ سلطان باہو علیہ الرحمة پر حاضر ہوئے اور اپنے آنے کا مدعا حضرت سائیں نور احمد ” سے بیان کیا جو اس وقت مند سجادگی پر فائز تھے۔ سائیں صاحب ” نے میاں اللہ رکھا اور میر اللہ دین نمبردار مرحومین کی درخواستیں برائے بیعت منظور کر لیں اور وہ سائیں نور احمد ” کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے مگر قاضی اکمل شاہ وارثی ” سے فرمایا ”یوں تو تمہارا تمام خاندان اس سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے مگر ہمارے پاس تمہارا حصہ نہیں ہے بلکہ تمہارا حصہ پورب میں ہے اور وقت آنے پر ضرور ملے گا۔ گھبراو نہیں ایک ہی بات ہے۔“ اور دعائے خیر فرمائی اور سب کو رخصت کر دیا۔

اس کے بعد آپ کی طبیعت کچھ مضمحل سی رہنے لگی۔ اسی پریشانی میں آپ نے ۱۸۹۰ء میں فوجی ملازمت اختیار کر لی اور خطیب کے عمدے پر نمبر ۲۲ پلانٹون میں بھرتی ہو گئے۔ دوران ملازمت آپ ذیرہ اسماعیل خان، جلم، ملتان، میرٹھ اور لکھنؤ چھاؤں میں رہے۔ مگر باوجود ملازمت انگریزی کے جو دل میں عشق کی چنگاری سلگ رہی تھی۔ وہ ابھی تک بمحضی نہیں تھی بلکہ ذوقِ طلب

اس کو مزید ہوادے رہا تھا اور پیر و مرشد کی تلاش و جستجو بھی جاری تھی۔

سرکار عالم پناہ حافظ حاجی سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ سے

ملاقات

۱۸۹۷ء میں حضرت قاضی صاحب کی پٹشن دہلی چھاؤنی میں آئی تو آپ بھی پٹشن کے ہمراہ دہلی آگئے۔ ایک روز اتفاقاً "دہلی شریں تشریف لے گئے اور ایک حجام کی دکان پر داڑھی کا خط بنانے کے لئے تھر گئے۔ اسی اثنائیں آپ نے دیکھا کہ شریں غیر معمولی گما گئی ہے۔ جس میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہندو مسلم سکھ وغیرہ وغیرہ ایک ہی سمت میں دوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے حجام سے اس بھیز کے متعلق دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ ایک بست بڑے بزرگ آج دہلی تشریف لا رہے ہیں اور سب لوگ ان کے استقبال کو ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد کا واقعہ آپ کی زبان گوہر فشاں سے سماعت کریں۔

میرے قلب کو بھی شوق چرایا کہ اس بزرگ کی ضرور زیارت کرنا چاہئے۔ چنانچہ خط بنایا اور غسل کیا۔ خوشبو لگائی اور پھر ریلوے اسٹیشن کی طرف روائی دوائی ہو گیا۔ ریلوے اسٹیشن پر اس قدر بھوم تھا کہ مجھے بڑے گیٹ سے دس پندرہ گز پرے ہی کھڑے ہونے کے لئے جگہ ملی۔ مایوسی کے عالم میں سوچا کہ اتنے پرے رہ کے ایسے بڑے بزرگ کی کیا زیارت ہوگی۔ اتنے میں اک شور اخفاکہ ریل گاڑی آگئی۔ بھوم میں ہل چل پیدا ہوئی تو پولیس نے

بھوم کو چھانک سے پرے ہٹانا شروع کر دیا۔ لیکن مجھ پر دیدار شوق کا اس قدر غلبہ تھا کہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہٹا اور پولیس کے انتظام سے اس بزرگ کی آمد کے لئے راستے صاف ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک نورانی چہرہ بزرگ، زرد رنگ کا لباس، عجیب طرز کا زیب تن فرمائے ہوئے سید ہے میری طرف چلے آتے ہیں۔ میں دوڑ کر بے ساختہ والہانہ انداز میں قدم بوس ہوا۔ اس بزرگ نے کرم بخشی فرمائی۔ دست کرم سے اٹھا کر مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا ”چنانچہ حافظ آگئے۔ اچھا پھر میں گے۔“ اتنا فرمایا کہ حضور آگے بڑھ گئے اور میں وہیں اسی جگہ جیت زدہ کھڑا رہ گیا۔ ذرا حواس درست ہوئے تو اردو گرد چند اشخاص کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان سے استفسار پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ سیدنا حافظ حاجی وارث علی شاہ ہیں۔

اس کے بعد میں واپس اپنی پٹشن میں چھاؤنی چلا گیا۔ لیکن شب بھر بے چینی رہی اور ایک ترپ دل میں رہی کہ اس صورت زیبا کا پھر دیدار ہو۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ تلاش و جستجو میں سرگردان نکل کھڑا ہوا اور حضور سرکار عالم پناہ سید وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ اقدس میں جا پہنچا (بعد میں مجھے حضرت فقیر او گھست شاہ وارثی) سے پتہ چلا کہ سرکار نے فرمایا ہے کہ یہ چنانچہ لڑکا ایک دن ہمارا فقیر ہو گا۔ میں قدم بوس ہوا اور استدعا کی کہ حضور سرکار پاک! مجھے بیعت سے مشرف فرمائیں۔ پوچھا کہاں سے ہو۔ میں نے عرض کیا ”حضور جلم کے علاقہ سنگھوئی سے تعلق ہے۔“ فرمایا ”اچھا! وہ لعل سنگھ کی سنگھوئی۔ ہم وہاں گئے تھے۔ ایک بزرگ درویش صفت حافظ رکن عالمؒ کے ہاں تین روز تک قیام کیا۔“ جناب قاضی اکمل شاہ وارثؒ نے عرض کیا کہ

وہ ہمارے جداً علیٰ تھے تو سرکار عالم پناہ نے محبت کا انظمار فرماتے ہوئے بیعت سے مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "اسی صورت کو یاد رکھنا"۔ اس کے بعد شب و روز کی یہ کیفیت ہو گئی کہ اس صورت کے سوایا دھنی کچھ نہ رہا۔

حیرت نگاہ سے نہ تماشہ کرے کوئی صورت وہ روپرو سے کہ دیکھا کرے کوئی کچھ دمت کے بعد آپ کی پلٹن کو لکھنوت جانے کا آرڈر ملا۔ لکھنوت میں دو سال تک قیام رہا اور یہ کیفیت بھی دن بدن اپنا جو بن دکھانے لگی۔ جب حالت غیر ہوتی، لکھنوت سے ریل گاڑی کے ذریعہ بارہ بینکی پنجے اور وہاں سے بھی پیدل، بھی یکہ پر دیوبنی شریف گئے اور سرکار میں حاضری دیتے رہے۔

لکھنوت میں قیام کے دوران مزاج میں کچھ ایسی تبدیلی آئی کہ دل دنیا کی محبت سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ آخر کار بارگاہ عالم نواز میں حضرت او گھست شاہ وارثی فقیر کے توسط سے احرام کے لئے درخواست پیش کی گئی تو سرکار عالم پناہ سید وارث پاک نے فرمایا کہ "جب تک والدین بقیدِ حیات ہیں ان کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ تمہارا حصہ تم کو وقت آنے پر مل جائے گا"۔ چنانچہ آپ ارشاد پاک کی محیل کے لئے کمرستہ ہو گئے اور والدین کی دعاوں سے جب تک زندہ رہے، مستفیض ہوتے رہے۔

رشتہ ازدواج سے مسلک "زندگی کے مشاغل

حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی "کی شادی عالم شاہ میں حضرت قاضی محمد بقا کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ جن سے تین اولادیں پیدا ہوئیں۔ ان

میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی اور بیٹا آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ چھوٹی بیٹی بھی شادی کے بعد فوت ہو گئی اور ان کی بھی ایک اولاد یعنی بیٹی تھی۔ جن کی شادی بریگیڈ یہ ظفر السلام سے ہوئی تھی۔

حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی "اکثر موج میں آکر میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھا کرتے تھے۔ سنگھوتی میں زیریں محلہ (یہ جگہ دارا کے نام سے مشہور ہے) محلہ کے ہم عمر جوانوں کے ساتھ موسم گرما کی دوپہر میں نشت فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی دوست احباب کی فرمائش پر سیف الملوك بھی ترنم سے پڑھتے تھے اور احباب محفوظ ہوتے اور جھوم جھوم جاتے تھے۔

فقیر محمد اور میاں عبدالغنی مرحومین بیان کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول سیف الملوك پڑھنے کی درخواست پیش کی گئی جیسے ہی آپ نے ترنم سے پڑھنا شروع کیا۔ ارد گرد کے داحیل پر سکوت چھا گیا۔ اس دوران میں برلن کے ایک درخت سے ایک فاختاؤں کا جوڑا بے خود ہو کر قاضی اکمل شاہ وارثی کے قدموں میں گرا اور اضطرابی حالت میں رقص کننا رہا۔ اسی اثناء میں مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی۔ سب نے "اللہ اکبر" کہا اور قاضی اکمل شاہ وارثی "نے پڑھنا بند کر دیا۔-----

اس کے بعد فاختاؤں بھی اڑ گئیں۔ آپ اکثر معمول کے مطابق جمل شر کی جانب صحیح کاذب کے وقت پیدل ہی گھر سے نکل کھڑے ہوتے اور سورہ یسوس کی تلاوت کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد ترنم کے ساتھ سیف الملوك پڑھنا شروع کر دیتے۔ خداوند تعالیٰ نے آواز میں سوز اور درد ایسا عطا فرمایا تھا کہ جس بستی سے گزرتے۔ اہل دینہ بہ آپ کے پڑھنے سے کافی محفوظ ہوتے

اور سردھنے رہتے۔ اکثر ایسا بھی دیکھا گیا تھا کہ اکثر مجین سڑک پر کھڑے منتظر رہتے تھے۔

لباس

آپ کا لباس رنگین پوشی سے قبل نہایت قیمتی ہوتا تھا اور ہمیشہ خوش لباس اور شرفائی وقت کا سال بس زیب تن فرماتے تھے اور اس کا چرچا تمام خاندان میں ہوتا تھا۔ حد سے زیادہ صفائی پسند تھے۔ جب آپ کی احرام پوشی ہو گئی تو اکثر دیکھا تھا کہ آپ کے احرام پر داغ دھبہ کا نشان تک بھی نہ ہوتا تھا۔

عادات و مسائل

آپ بے حد منكسر المزاج تھے۔ کسی کے خلاف کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ قاضی عزت شاہ وارثی قبلہ نے بیان کیا کہ میں اکثر کئی موقعوں پر بزرگ طالب علمی بزرگ قاضی اکمل شاہ وارثی " سے اہم اور نازک دینی مسائل پر بحث و مباحثہ کرتا رہتا تھا۔ اس دوران میں اکثر ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ بحث کرتے کرتے جوش میں آکر اپنی حد سے تجاوز کر جاتا تھا مگر آپ ہمیشہ میری اس ادا سے مسکراتے رہتے۔ اور چند الفاظ میں مختصر سا جواب دے کر مجھے مطمئن کر دیتے۔

جب بھی کسی سے ملتے، والمانہ انداز میں ملتے اور تبسم فرماتے رہتے

تھے۔ ہر ایک سے ملنے میں سبقت حاصل کرتے تھے۔ غرض مند نظرات کی غرض بھی پوری کر دیتے تھے۔ کوشش یہ ہوتی تھی کہ کوئی بھی مجھ سے ناراض نہ رہے۔

احرام پوشی سے قبل آپ نہایت خوش ذائقہ اور نیس خوارک استعمال کرتے تھے لیکن بعد از رنگین پوشی ذائقہ اور لذت غذا کو ترک کر دیا۔ اکثر ایسا بھی اتفاقاً " ہو گیا، اگر کھانے میں نمک نہیں ہے اور گھروالے نمک کو ڈالنا بھول گئے تو سامنے رکھا ہوا بے نمک کھانا تناول کر لیا۔ جس وقت میزان نے کھانا کھایا تو پتہ چلا کہ نمک سرے سے ڈالا ہی نہیں گیا تھا۔

آپ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کی تقلید کی۔ آپ کی تمام اولاد میں آپ کی حیات ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئیں لیکن اف تک نہ کی اور تسلیم و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ جب آپ کے صابرزادے قاضی رشید احمد کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ بمقام نڈالہ ریاست کپور تھلہ (بھارت پنجاب) میں قیام فرماتے۔ خط کے ذریعے آپ کو انتقال کی خبر دی گئی۔ آپ کو کارڈ مل گیا۔ پڑھا اور بستر کے نیچے رکھ دیا اور کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ تقریباً " پندرہ میں دن کے بعد آپ کے خادم فضل اللہ وارثی نے مجرہ کی صفائی کی تو بستر کے نیچے سے دوسرے کاغذات کے ساتھ یہ کارڈ بھی ملا۔ خادم نے سرسری نظر خط پر ڈالی تو بڑے تعجب سے قاضی صاحب سے تعزیت پیش کی تو آپ نے فرمایا " میاں کیا بتاتا ۔ خادم نے عرض کیا حضور اتنا بڑا الیہ اور ہم کو خبر تک نہ کی۔ فرمایا " جس نے پیدا کیا تھا اسی نے بلا لیا ہے۔ اس کے کام میں ہماری کیا محال کہ دخل اندازی

کریں۔"

خاندان کے بچوں سے بڑی شفقت فرماتے تھے۔ جب جب بھی گھر (سکھوئی) تشریف لاتے۔ بچوں کے لئے تختے تھائے ضروری اپنے ساتھ لاتے۔ انہیں گود میں بھائیتے اور ان کے ساتھ بچوں کی سی باتیں کرتے۔

اکثر سیاحی میں رہتے۔ ایک مقام پر کم ہی زیادہ قیام فرماتے۔ آپ نے صرف قصبه نڈالہ ریاست کپور تھلہ میں زیادہ عرصہ گزارا۔ اپنے قبے سکھوئی آیک عرصہ کے بعد تشریف لاتے۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شب کے لئے تشریف لائے اور شب باشی مسجد میں کی اور واپس تشریف لے جاتے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اہل خاندان کے پرزو را اصرار پر گھر پر تشریف لاتے لیکن وہ بھی بہت تھوڑی دیر کے لئے تھرتے۔ اس کے بعد کھائی کوٹی تشریف لے جاتے۔ وہاں چند دن قیام فرماتے۔ مراللہ دین کے اصرار پر آپ نے اس کے مکان پر قیام کرنا منظور کر لیا تھا اور اس نے آپ کے لئے ایک کمرہ خاص بھی وقف کر دیا تھا جو آج بھی موجود ہے۔ مراللہ دین ہمیشہ تجد رہے۔

نڈالہ میں آپ کا قیام تقریباً چھتیں برس رہا۔ جس پلٹن میں آپ خطیب تھے۔ اسی پلٹن میں چودھری فضل الہی وارثی، چودھری امام الدین وارثی اور چودھری صاحب دین وارثی بھی ملازم تھے۔ چنانچہ یہ تمام برادران طریقت قاضی اکمل شاہ وارثی کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ وارہیہ میں داخل ہوئے۔ ان ہی کی درخواست پر آپ نے نڈالہ میں کافی عرصہ تک قیام فرمایا۔ دوران قیام نڈالہ ہزاروں ہندو حلقة اسلام میں داخل ہوئے اور وارث پاک علیہ الرحمۃ کے منظور نظر ہوئے۔

ہر سال باقاعدگی سے سرکار عالم پناہ کا عرس منعقد پذیر ہوتا۔ مماراجہ کپور تھلہ بھی آپ سے عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ اہل دینہ نے ریاست کپور تھلہ میں ایک جگہ آپ کے لئے بنوایا تھا۔ بعد میں ایک منزل مزید جگہ کے اوپر تعمیر کروادی۔ ایک خانقاہ اور مسجد بھی اس کے برابر تعمیر کر دی۔ ہاکہ گاؤں والے اس سے علمی اور روحاں پیاس بجا سکیں۔

شروع شروع میں ایک سکھ ٹھیکیدار موہن سنگھ قاضی اکمل شاہ کی سخت مخالفت کرتا تھا اور ہر طرح سے انتہ دینے کی کوشش کرتا تھا مگر چودھری فضل الہی وارثی، بابا ابراہیم وارثی، چودھری امام الدین وارثی وغیرہم اور دیگر اہل محبت کی کیش تعداد دیکھ کر برلا کچھ نہ کہہ سکتا تھا لیکن دریروہ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس مسلمان فقیر کو یہاں سے نکلا جائے۔ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موقع پر اہل دینہ نڈالہ ایک شاندار جلوس کا اہتمام کرتے تھے جس میں قاضی اکمل شاہ وارثی "کی قیادت ہوتی تھی۔ موہن سنگھ اس موقع پر تصرفرازیا کرتا تھا۔ ایک ایسے ہی موقع پر جلوس بھی وقف کر دیا تھا جو آج بھی موجود ہے۔ مراللہ دین ہمیشہ تجد رہے۔ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب روانہ ہوا۔ خانقاہ میں موجود بطنوں کے ایک جوڑے کو آپ کو موجود نہ پا کر پھرمارے اور جس سے ایک مادہ بطن مر گئی۔ جلوس کی واپسی پر قاضی صاحب نے پوچھا کہ جوڑا بطن کماں ہے۔ خدام نے تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ موہن سنگھ کے بیٹے نے پھرمار کر مادہ بطن کو ہلاک کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "رفاقت توڑ دی"۔ اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ چند دن کے بعد موہن سنگھ ٹھیکیدار کی الہیہ کمیں گم ہو گئی اور کچھ دنوں کے بعد ان کا لڑکا کا فوت ہو گیا۔ اس وقت موہن سنگھ کی عقل مٹھکانے آ

گئی۔ پھر قاضی اکمل شاہ وارثی کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی کا طلب گار ہوا اور ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔ اور خادم بن گیا۔

موضع سخنپور کا ایک بہشتی منگنا نامی ماہ ربيع الاول میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم شریف کا انعقاد کرتا تھا اور ہمیشہ قاضی صاحب کو دعوت دیتا تھا۔ ایک دفعہ سرکار قاضی صاحب سخنپور تشریف لے گئے۔

ایک ہندو راجپوت برائے سلام و نیاز قاضی صاحب کے پاس حاضر ہوا اور گزارش کی کہ میرا بیٹا بیمار ہے۔ باوجود علاج معالجہ کے صحبت یابی کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ یہ سن کر قاضی صاحب ان کے گھر تشریف لے گئے اور بیمار پچھے پڑھ کر پھونکا اور صحبت کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا سے چند روز میں بچہ صحبت یاب ہو گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف ہے اسلام ہوا۔ پھر بعد میں دیوبی شریف چلا گیا اور آخر دم تک سرکار وارث پاک کے قدموں میں سکونت اختیار کر لی۔

ایسا ہی ایک واقعہ اور ہے۔ مہاراجہ کپور تھد (سکھ خاندان) کے ایک انگریز دوست مہمان نے تمام علمائے کرام کی دعوت دی تھی کہ اگر علماء میں سے کوئی بھی عالم اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی حقیقت مجھے سمجھا دیں تو اسلام قبول کر لوں گا۔ علمائے کرام نے بہت زیادہ کوشش کی لیکن انگریز صاحب مطمئن نہ ہوئے۔ آخر کار قاضی صاحب سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے نڈال کی جامع مسجد میں انگریز کی گفتگو سنی اور اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنا زیب تن لباس فقرپاک انگریز پر ڈال دیا۔ جب ان پر سے احرام پاک کا کپڑا علیحدہ کیا گیا تو نہ جانے اس کے کون کون سے مسائل حل

ہو چکے تھے۔

نڈال کا ایک عیسائی جو سرکار قاضی صاحب سے خدا واسطے کا بیرون رکھتا تھا۔ حالانکہ وہ خود ایک مشور ڈاکو تھا۔ اس کا نام اتنا تھا۔ ہر وقت وہ قتل آمادہ رہتا تھا۔ اس کی پشت پناہی بھی ریاست کے بڑے بڑے زمیندار کرتے تھے۔ وہ اپنی صورت کے تحت ریل گاڑی میں بغیر نکٹ سفر کرتا تھا۔ ایک روز اتفاقاً سرراہ قاضی صاحب سرکار سے ملاقات ہوئی۔ آنکھیں چار ہوئیں تو اک نگاہ میں کایا پڑھ دی۔ اور سب دنیا کا مال چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو گیا اور آپ کے آستانے پر آ کر ہمیشہ کے لئے سر جھکا دیا۔

اور یہ حالت ہو گئی جو لوگ اس کا نام سن کر گھبراتے تھے اور اس پر لعن و تشیع کرتے تھے۔ جلد ہی قاضی صاحب کے ہاتھ پر مشرف ہے اسلام ہوا اور داخل سلسلہ عالیہ دار ہیہ ہوا۔ پاک و ہند کے بُوارہ سے چند ہفتے پلے قاضی صاحب نے اتنا کو آدھا احرام پوش بنایا اور فقیری نام ”عبداللہ شاہ وارثی“ کے قدموں میں سکونت اختیار کر لی۔

تجویز ہوا۔ ۱۸۹۷ء کے فسادات ہندو مسلم میں ایسی افراطی محی کہ عبد اللہ شاہ وارثی قاضی صاحب سے جدا ہو گیا۔ جب قاضی صاحب بچتے بچاتے پاکستان پہنچے تھے۔ تقریباً دو ماہ بعد عبد اللہ شاہ وارثی ”بھی پیچھے پیچھے“ حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی کی خدمت میں پہنچ گیا اور جب تک بقید حیات رہا۔ سرکار قاضی صاحب کے قدموں سے الگ نہ ہوا۔ قاضی صاحب سرکار کے وصال کے بعد کچھ لوگوں نے پورا احرام دینے کی کوشش کی تو عبد اللہ شاہ وارثی نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ لباس فقر حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کا ہے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اگر قبلہ قاضی صاحب مجھے حکم دیں اور

مولوی تفضل حسین شاہ وارثی ”(جو اس وقت بعید حیات تھے) اپنے ہاتھوں سے احرام پہنائیں تو فقیر اس حکم کے آگے سترسلیخ خم کرے گا۔ فقیر عبداللہ شاہ وارثی ” نے اپنی وفات سے پہلے ایک وصیت کی تھی۔ نمبر ایک جناب فقیر قاضی عزت شاہ وارثی نماز جنازہ پڑھائیں اور نمبر دو، قاضی ” صاحب ” کے پائیں جانب دفن کریں۔ لہذا دونوں وصیتوں کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ ۷ مئی ۱۹۴۳ء میں قاضی اکمل شاہ وارثی ” نے حج کا ارادہ کر لیا تو اس موقع پر اکثر احباب نے عقیدتا ” حج کے اخراجات کی پیشکش کی۔ لیکن آپ ” نے ہامنطور کیا۔ بعد میں آپ ” کے برادر اصغر الحاج حکیم قاضی محمد یوسف خاں صوبیدار مرحوم نے حج کے اخراجات کی پیشکش کی۔ آپ نے قبول فرمایا لیکن رازدارانہ طور پر مولوی محبوب عالم پٹواری مرید جناب میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ (مصطفیٰ سیف الملوك) کھڑی شریف کی وساطت سے اپنا آبائی مکان اپنے ہرے بھتیجے مرزا محمد حسین نمبردار چک نمبر ۲۲۹-B بوریوالہ کے نام رجسٹری کروادیا۔ یعنی فقیر نے اس کی پیشکش کو بھی نہیں ٹھکرایا اور اس کے احسان کا بدلہ بھی ادا کر دیا۔ حج کی ادائیگی کے بعد آپ و اپنی پربراستہ ہند (دیوبئی شریف) بفرض حاضری سرکار وارث پاک ” کے آستانہ القدس پر حاضر ہوئے اور ” تقربیاً“ دو ماہ وہاں پر قیام رہا۔ دیوبئی شریف کے قیام کے دوران ایک واقعہ سرکاری حجام مسمی للن نے قاضی عزت شاہ وارثی کو سنایا کہ سرکار یہاں ناوارث علی شاہ علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں جناب قاضی اکمل شاہ وارثی ” کا قیام دیوبئی شریف میں تھا۔ سرکاری حجام للن نے بیان کیا کہ میرے مکان کے مقابلے مکان میں ایک بڑی بی (ماہی صاحبہ) رہتی تھی جس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ اس بڑی

عالم پناہ علیہ الرحمۃ کا نائب تن فرمایا ہوا قاضی صاحب کے سپرد کیا کہ ”یہ آپ“ کے لئے سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ نے بطور امانت محفوظ رکھا ہوا تھا۔ سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد قاضی صاحب نے بیالیں سال کی طویل مدت نڈالہ پیران کلیر شریف انبالہ مقامات پر قیام فرمایا۔

۱۹۳۷ء میں ادائیگی حج کے بعد جب آپ“ والپس دیوبنی شریف پنجھ تو بُوارہ پاک و ہند پر ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے تھے۔ آپ“ دیوبنی شریف سے انبالہ اور نڈالہ شریف لے گئے۔ اسی دوران میں تقسیم کا اعلان ہو گیا اور ہندو مسلم فسادات کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ ریاست کپور تھلہ سے مسلمان مهاجرین کے قافلے کیپول میں جمع ہونے لگے۔ آپ“ بھی ایک قافلہ کے ہمراہ نڈکورہ ریاست سے جالندھر پنجھ۔ وہاں سے جس ریل گاڑی پر پاکستان کے لئے سوار ہوئے اس کے اندر ڈھائی تین ہزار مهاجرین سوار تھے۔ ریل گاڑی جماں جمال شاپ کرتی، ہندو سکھ ڈوگرے اور مریٹ دھاوا بول دیتے اور مهاجرین کو لوٹتے اور قتل کرنا شروع کر دیتے۔ بعض سکھوں کا قاضی صاحب“ سے بھی سامنا ہوا لیکن یہ کہہ کر چھوڑ دیتے کہ یہ تو کوئی سادھو سنت ہے۔ اسی طرح یہ ٹرین لئی لئی سات روز کے بعد لاہور کے پلیٹ فارم نمبر ۲ پر آکر رکی۔ ایک دفعہ قاضی صاحب“ نے فرمایا ”تمام گاڑی میں صرف گیارہ زندہ لاشیں تھیں، جن میں ایک فقیر یہ بھی تھا۔“ فرمایا اس سفر میں ہم مکمل طور پر اللہ کے سامان تھے۔ کچھ کھلایا پیا نہیں۔ لاہور پنجھ تو ہم سیٹ پر حیرت زدہ بیٹھے تھے اور ہمارا احرام خون سے ترخا اور چاروں طرف خوف اور کثی ہوئی لاشیں تھیں۔

قصہ نڈالہ سے روائی سے قبل دیوبنی شریف چلے جانے کا خیال تھا مگر

اسی شب سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”حافظ بجنابی! آپ“ کو الگ ملک دے دیا ہے۔ پاکستان چلے جاؤ۔ ہم وہاں بھی موجود ہوں گے، فرق نہیں پاؤ گے۔“ اسی ارشاد عالیٰ پر آپ“ نے پاکستان آنے کا ارادہ کر لیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ واقعی تمام ریل گاڑی کٹ گئی۔ لاہور پنجھ کر آپ“ سیدھے نئی انار کلی پیسہ اخبار شریعت میں قر الدین وارثی کے ہاں تشریف لے گئے۔ یہاں پر میاں محبت شاہ وارثی ”حضرت قاضی صاحب“ کے لئے تقسیم سے پہلے ایک نشت گاہ وارہیہ بنائی گئی تھی، قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں پر آکر پتہ چلا کہ سراج دین وارثی المعروف بہ شفقت شاہ وارثی قبلہ ایر شاہ وارثی ”کا تمام خاندان بخیریت لاہور پنجھ چکا ہے۔ صرف قاضی صاحب“ کا انتظار تھا، سو آپ“ بھی تشریف لے آئے ہیں۔ گھر پنجھ تو اس وقت آپ“ استراحت فرمائے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو راستے کا سفر اور تمام حالات بتائے اور محدثی آہ بھر کر فرمایا کہ سرکار عالم پناہ ہمارے ساتھ ساتھ رہے۔ ہم نے حالات دیکھ کر عرض کر دی تھی کہ سرکار“ موت کی یہ جگہ تو تھیک نہیں۔ لہذا سرکار پاک“ نے لاج رکھ لی۔ کپور تھلہ میں آپ“ مائی صندل وارہیے کے ہاں نہرے ہوئے تھے۔ اس تمام واقعہ کی تصدیق محبوبنا نبودار چک R-6/133 ریاست بہاول نگرنے کی۔ جو کپور تھلہ سے لاہور تک سفر رہا اور مائی صندل وارہیے نے کی۔ جن کا وصال فیصل آباد میں ہوا۔

اس کے بعد آپ“ نے کسی مقام پر مستقل قیام نہیں فرمایا اور وصال تک آپ“ سیاحت میں رہے۔

حیرت نگاہ یار نے نہ جانے کیا کیا

حیراں ہوں اب رہوں کہاں جاؤں کدھر کو میں

نہ تو اپنے گھر میں قرار ہے نہ تیری گلی میں قیام ہے
تیری زلف و سخ کا فریفہ کہیں صبح ہے کہیں شام ہے
(میال بیم شاہ وارثی)

راولپنڈی میں قیام

قاضی صاحب "جب راولپنڈی تشریف لائے تو صدر لال کرتی میں مائی
صلد وارہیہ کے پاس قیام فرماتے تھے۔ دوران قیام شر میں مقیم تمام محبان
وارہیہ سے میل ملاپ رکھتے تھے اور کئی کئی روز تک روحاںی محفیلیں ہوتی رہتی
تھیں۔ آج بھی وارثی ایسوی ایشن بڑی لگن سے سلسلہ وارہیہ کی تبلیغ و
اشاعت جاری رکھے ہوئے ہے۔

اسی طرح چھپر شریف داخلی چنگا بنگلیاں میں حضرت قاضی صاحب "ہے
گاہے بگاہے تشریف لاتے تھے۔ مولوی اکبر صاحب سکنہ موہڑہ نگزیاں کی
حضرت قاضی صاحب " سے دیرینہ رفاقت تھی۔ انہیں کے توسط سے حافظ
عبدالکریم صاحب نوشانی قاوری سجادہ نشیں نور و صلد شریف سے بھی رابطہ
برپھا اور تاحیات جاری رہا۔

قاضی عزت شاہ وارثی " سے آخری ملاقات کا بیان

فروری ۱۹۲۸ء میں مجھے (قاضی عزت شاہ وارثی) کو اطلاع ملی کہ قاضی

اکمل شاہ وارثی " راولپنڈی میں خاں صاحب نواب خاں وارثی کے ہاں مقیم ہیں
لہذا میں آپ " کی خدمت میں حاضر ہوا اور اتحاد کی کہ دو چار روز ہمارے ہاں بھی
چل کر قیام فرمائیں۔ چنانچہ فقیر کی درخواست قبول و منظور ہوئی۔ اور آپ " فقیر
کے ہمراہ ڈھونک قاضی تخت پڑی تحصیل راولپنڈی تشریف لائے۔ بعد وہ پر
آپ " غریب خانہ پر پہنچے۔ جد احمد حضرت قاضی غلام محمد الدین " المعروف بہ
مقبول ہارگاہ غوثیہ سے والہانہ انداز میں ملے اور بابا جی " سے فقیر کو ہدایت و
ارشاد فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب " کا زیادہ خیال رکھیں۔

اسی شام بابا کریم بخش مرحوم اور مائی فیض بی بی نے پنڈ جھاٹلہ سے
حاضر ہو کر دوست بستہ گزارش کی کہ انہیں بھی خدمت کا موقع میا کیا جائے اور
ہمارے گاؤں پنڈ جھاٹلہ تشریف لائیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ ابھی تک ہم
یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں، دیکھا جائے گا۔

ابھی فقیر (عزت شاہ وارثی) کے پاس دو روز ہی گزرے تھے کہ حافظ
عبدالکریم نوشانی نور و صلد اور میاں محمد زمان وارثی تشریف لائے اور قاضی
صاحب " سے چھپر شریف تشریف ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ حضرت
قاضی صاحب نے فرمایا کہ زاہد کی اجازت کے بغیر ہم نہیں جاسکتے۔ جب سکول
سے چھٹی کر کے آئے گا تو آپ ان سے کہنا۔ چنانچہ میں جب سکول سے فارغ
ہو کر گھر پہنچا تو سہ پہر کی چائے پر فقیر کا انتظار ہو رہا تھا۔ چائے پینے کے لئے جا
کر بیٹھا تو قاضی صاحب " نے مجھ سے اجازت چاہی تو فقیر نے عرض کیا کہ ابھی تو
ہم لوگوں کا شوق بھی پورا نہیں ہوا۔ ول نہیں چاہتا کہ آپ جلد ہی تشریف لے
جائیں۔

ساجنِ مکیا منگدے میرے وہرے وچھے سکھلو
میں کس کھم پڑھ آکھاں کہ ساجن ودیا ہو
ساجن پست لائیجے دور دیں جن جاؤ
بو ہماری ناگری ہم ماںکیں تم کھاؤ
لیکن حضرت قاضی صاحب[ؒ] نے فرمایا "دیکھو! بیٹے حافظ صاحب نایبنا ہیں۔ مخفف
خلوص و محبت کی وجہ سے پندرہ کوس کا فاصلہ طے کر کے آئے ہیں۔ محبت کا
نقاضا ہے کہ فقیران کی چاہت کا لحاظ رکھے"۔

چنانچہ فقیر (عزت شاہ وارثی[ؒ]) نے بھی بغیر کسی عذر کے ہتھیار ڈال
دیئے۔ چنانچہ اگلے دن اذار کو صبح ہاشم کرنے کے بعد تشریف لے جانے کی
تیاری کر لی اور مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ لیکن طبیعت بے حد
بیقرار تھی اور کسی کل چین نہیں پڑتا تھا۔ اس وقت قاضی صاحب[ؒ] قبلہ کی
صحت قابلِ ریٹک تھی البتہ پیشاب کی قدرے تکلیف تھی۔ فقیر کامل چاہتا تھا
کہ چند روز اپنے پاس رکھیں اور ان کا مکمل علاج کروں۔

اس تکلیف کے لئے میں کشتہ زمردار مجنون زرعونی کی چند خوراکیں
بنانے کا کر قاضی صاحب[ؒ] کی نذر کیں۔ چونکہ حافظ صاحب[ؒ] اپنے ساتھ گھوڑی لائے
تھے لیکن میں نے دیکھا کہ نہ تو قاضی صاحب اور نہ ہی حافظ صاحب گھوڑی پر
سوار ہوئے، لہذا پیدل ہی روانگی ہو گئی۔ میں بھی اپنی سائیکل لے کر پیچھے پیچھے
چل پڑا۔ جہاں سے بھی اذنِ مراجعت ہو، سائیکل پر سوار ہو کر واپس آ جاؤں
گا۔

ڈھولِ عنایت کے قریب سید حسین شاہ کا مزار ہے۔ وہاں پر حضرت

قاضی صاحب[ؒ] نے حاضری دی اور پھر مجھے واپس جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ مگر
میں نے مزید آگے جانے کے لئے اصرار کیا۔ قاضی صاحب[ؒ] نے فرمایا کہ اچھا
چلو۔ اس کے بعد چلتے چلتے بگا شیخان کے متصل شاہ حقا[ؒ] کی خانقاہ تک پہنچ گئے۔
جہاں سے پھر قاضی صاحب[ؒ] نے حکم فرمایا کہ واپس چلے جاؤ۔ لیکن دل جدا
ہونے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ تھوڑا اور آگے بڑھے۔ اس تمام راستے میں
سرکارِ عالم پناہ کا ذکرِ خیر ہوتا رہا اور ہر چند منٹ کے بعد آہ سرد کے ساتھ مندرجہ
ذیلِ شعر پڑھتے رہے۔

وَارثاً بُنَا جَهَل خُوَشْتَنْ
رَحْمَ كُنْ بِهَا بَقْنَ بَقْنَ

سکھوں کی وجہ تیرے! قتل از عمد مسلمانی برف قوم سکھا یہاں پر آباد تھی۔ قوم سکھا وہ قوم ہے جو پانی کا
پتہ قتل از کنوں کھو دتے کے دیتے ہیں اور واقعی ایسا ہوتا ہے۔ کنوں کھو دنے سے وہاں پانی کل آتا ہے۔
پھر مسلمانوں کے دورِ حکومت میں گھر[ؒ] کھتری اور برہمن وغیرہ اقوام بھی دریائے جلم کے کنارے خوش
کن آب دھوا اور پانی و افراد یکجہ کر آباد ہو گئیں تھیں۔ راجہ لعل سکھ و زیر اعظم سلطنت خالصہ اسی قبیہ کا
رہنے والہ تھا۔ حولی اور یا پیچہ اسی کے ہاتھے ہوئے ہیں اور ایک سرائے بخت جانبِ غرب سڑک پنڈ دادن
خاں پر ہائی اسی کی ہے۔ زیادہ تر یہاں اقوام گھر[ؒ] بکھیاں آباد ہیں۔

بعد میں فقیر او گھٹ شاہ وارثی[ؒ] نے بھی اس وقفہ کی تصدیق فرمائی تھی کہ سرکارِ عالم پناہ وارث پاک
سکھوئی مطلع جلم تشریف لے گئے تھے۔ قبضہ سے دریا کی طرف ایک باعث تھا۔ اس میں ایک درختِ الماس
کے نیچے آپ[ؒ] نے قیام فرمایا اور تین روز وہاں رہے۔ دن کو حافظ رکنِ عالم[ؒ] کے ہاں قیام فرماتے اور شب
باشی کے لئے واپس باعث میں تشریف لے جاتے۔ جاتا گھٹ شاہ وارثی[ؒ] نے ہمارے مکان کا نقشہ حدود
اربعہ بھی ہادا تھا کہ اوپنچالی پر ایک مکان تھا، پھر کی سیڑھیاں تھیں اور اس کے باہر ایک بڑی بیٹھک
تھی۔

(رواہت - فقیر عزت شاہ وارثی)

کلیج قام کے ہم دیکھتے ہیں ایک نظر
وہ دور چہرے سے اپنے نقاب کرتے ہیں

مر بھر یوں دیکھنے کو دور رہے
پر ہم ان کے وہ ہمارے ہو رہے

مجی فی روڈ جاہ بھگہ سالی کے پاس گزر کر آپ "توب مانگیا لہ تک پنج
مکے۔ تقریباً" ایک میل آگے جا کر ایسا راستہ آگیا جہاں بڑے بڑے نیلے اور
کھدیں تھیں، جہاں پر سائیکل لے کر گزرنما محال تھا۔ اس لئے با مر مجبوری اذن
مراجعةت پر عمل کرنا پڑا۔ با چشم تر حضرت قاضی صاحب "کو خدا حافظ کہا اور
آنکھوں سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا رہا۔ حضرت قاضی صاحب "نے ایک نیلے کی
اوٹ میں جاتے جاتے اشارہ فرمایا واپس جاؤ۔ عجیب کیفیاتی انداز اور جیرت زدہ
صورت پیدا ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ حضرت قاضی
صاحب "کے تشریف لے جانے کے بعد موسم سرما کی برسات شروع ہو گئی تھی
اور خدا کی قدرت مسلسل تیرہ روز تک پانی برستا رہا۔

ایک دفعہ حضرت کے چھوٹے بھائی نے نواب خاں وارثی سے پوچھا کہ
تم بھی کسی کے مرید ہو تو انہوں نے اپنی بیعت کا واقعہ بیان کیا کہ جبل پور
(بھارت) میں ایک ٹرین کے سفر کے دوران میں اتفاقاً "قاضی اکمل شاہ وارثی"
سے ملاقات ہوئی۔ میں آپ کی شخصیت سے ایسا متاثر ہوا اور عرض کیا کہ

جناب میرے ساتھ جبل پور تشریف لے چلیں تو آپ " نے منظور کر لیا اور
میرے ساتھ جبل پور تشریف لے گئے۔ ایک دن معمول کے مطابق سیر کو نکلے تو
سرراہ ایک مندر کا کھلا دروازہ دیکھ کر اندر جا گئے۔ اندر جا کر دیکھا کہ پنڈت
بھگوان کی پر ارتھنا اور پوجا پاٹ میں مصروف ہے۔ پنڈت نے پلٹ کر دیکھا کہ
ایک مسلمان فقیر سامنے کھڑا ہے۔ اسی اثناء میں اور بھی کمی پنڈت جمع ہو گئے اور
قاضی صاحب " سے کہنے لگے کہ آپ یہاں بغیر اجازت کیوں چلے آئے۔ اس
سوال پر قاضی صاحب " نے فرمایا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا
کہ اپنے بھگوان کی پوجا پاٹ۔ اس کے بعد قاضی صاحب " نے سوال کیا کہ آیا
تمہارا بھگوان گفتگو بھی کر سکتا ہے اور اگر بھگوان بول سکتا تو یہ سمجھیں
تمہارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندو پنڈتوں نے بیک زبان ہو کر کہا
اس معاملہ میں ہم آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر قاضی صاحب "
اپنے ذیرے پر واپس تشریف لے گئے اور ہندو پنڈت بھی آپ کو تلاش کرتے
کرتے ذیرے پر پنج گئے اور کہا کہ آپ " نے ہمارے مذہب کی توبہن کی ہے۔
اس معاملہ میں آپ " اتوار کے روز ہمارے ساتھ مناظرہ کریں۔ کہا اور چلے گئے۔
لہذا اتوار کے روز فوجی چھاؤنی کے پریڈ گراؤنڈ میں تماشا دیکھنے کے لئے لوگ
اکٹھے ہو گئے اور حضرت قاضی صاحب " بھی تشریف لے گئے اور بہت سے پنڈت
بھی آگئے اور اپنے ساتھ ایک بیت بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ میدان میں
اکٹھے ہوئے تو قاضی صاحب " نے بیک زبان ہو کر کہا کہ آپ اس بیت سے گفتگو
کریں۔ قاضی صاحب " نے فرمایا کہ پنڈت جی! یہ بیت تم سب کا بھگوان ایشور

ہے اس لئے پسلے تم اس کے ساتھ گفتگو کرو۔ پنڈتوں نے بہت منتر پڑھے لیکن بت صاحب بولنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ آخر کار پنڈتوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بعد میں قاضی صاحب[”] نے بنت سے فرمایا کہ میرے اللہ کے حکم سے انھوں کر کر کھڑا ہو جا۔ تماشائی یہ منظر دیکھ کر ہمگا بکارہ گئے۔ قاضی صاحب[”] قبلہ وہاں سے پچھے سے نکل کھڑے ہوئے توبت بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ[”] نے پیچھے مڑ کر بت کے ایک تپھٹ ریسید کیا اور فرمایا تم جھونٹے ہو اور بت ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر ارد گرد کے لوگ کچھ زیادہ ہی زیر سایہ رہنے لگے۔

اس واقعہ کو سن کر حضرت قاضی صاحب[”] کے چھوٹے بھائی صویدار محمد یوسف صاحب نے کہا کہ یہ فقیر شخصیت میرے بڑے بھائی ہیں۔

مولوی غلام رسول صاحب[”] کا کلام تفسیر یوسف بھی بہت زیادہ تر ہم سے پڑھا کرتے تھے۔

آخری وصیت

وصال سے ایک دن قبل اہل چھپر شریف نے حافظ عبدالکریم قادری نوشانی۔ جو بیماری کے وقت آپ کے پاس موجود تھے اور خدمت کرتے تھے سے گزارش کی آپ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کریں کہ بعد از وصال مزار اقدس کس جگہ تعمیر کیا جائے۔ لہذا جب آپ[”] کی خدمت با برکت میں مزار کے متعلق درخواست پیش ہوئی تو آپ[”] نے فرمایا کہ مجھے بعد از وصال قصبه دیوی شریف ضلع بارہ بنکی یوپی بھارت حضرت وارث عالم پناہ علیہ الرحمۃ کے دربار میں پہنچا دیں تو اس جواب پر دوبارہ حافظ عبدالکریم نے استفسار کیا کہ حضرت صاحب دیوی شریف تو بھارت میں ہے وہاں پر آپ[”] کو لے جانا ایک بڑا مسئلہ بن جائے گا۔ تو قاضی صاحب[”] نے دوبارہ زبان گوہر فشاں سے فرمایا ”اوہ نہ ہندوستان میں ہے، ہندوستان میں رہ گیا۔“ ایسا نہیں ہو گا ہندوستان میں نہیں رہے گا، کبھی پاکستان بنے گا۔ اس کے بعد حافظ عبدالکریم نے استفسار کیا کہ آپ[”] کی خدمت میں دوبارہ گزارش کرتا ہوں کہ حضور[”] اس کے علاوہ کوئی اور جگہ تجویز فرمادیں۔ اس پر آپ[”] نے فرمایا ”جہاں ہم اور آپ[”] ملتے رہیں۔“ حافظ عبدالکریم[”] صاحب نے پھر دریافت کیا۔ اگر سنگھوتی والے جائیں تو پھر قاضی صاحب[”] نے فرمایا ”کہ ان کا بھی حق ہے“ اور میرے مزار کو

ایک روایت ہے جب قاضی صاحب[”] سلطان العارفین سرکار باہر رحمۃ اللہ کے مزار اقدس کے سجادہ نشین سائیں نور محمد صاحب سے بیعت سے مشرف ہو یکے تو پھر اس کے بعد حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ موضع عالم پور کو مدد تحصیل دو ہوئے ضلع ہو شیار پور (مشتری پنجاب بھارت) کے پاس تشریف لے گئے۔ مولانا غلام رسول صاحب مصنف تفسیر یوسف علیہ الرحمہ (اصن القصص) بھی تھے۔ شاید حضرت قاضی صاحب[”] کا خیال آپ[”] سے بیعت سے مشرف ہونے کا ہو۔ مگر یہ روایت مولوی محبوب علی پڑواری قادری قلندری سے ہے (واللہ علم بالصوب)۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وہ درویش انتظام و خدمت کرے جس میں قوتِ برداشت ہو چھپر شریف کے قیام کے دوران قاضی صاحب "کو پیشتاب کی مزید تکلیف ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی مرض احتلانِ قلب بھی شروع ہو گیا۔ خدام نے ہر علاج کے لئے کوششیں کیں مگر آپ "نے علاج معاجمے کو منظور نہ فرمایا اور نہ ہی قبول کیا اور مسلسل یہی فرماتے رہے کہ علاج اب بیکار ہے۔

مندرجہ بالا حالات سات مارچ کے ہیں۔ اس کے بعد آٹھ مارچ کو مزان اقدس مسح کے وقت زیادہ تر اچھا نہیں تھا مگر اس کے باوجود آخر شب چار نج کر پندرہ منٹ پر سرکار عالم پناہ حضرت وارث علیہ الرحمۃ کا قل شریف پڑھا گیا اور سلام و نیاز پیش کیا گیا۔ سلام و نیاز کا نذر انہ نہیں عقیدت و محبت سوز دگداز کے انداز میں پیش ہوا۔ جن کی ساعت سے حاضرین محل میں ہر آنکھ اشکبار ہوئی اور رقت کی کیفیاتی صورتیں پیدا ہو گئیں۔

لہذا تمام دن بھی آپ "کی طبیعت زیادہ تر خراب ہی رہی مگر شام کے وقت اور زیادہ طبیعت خراب ہو گئی۔ تکلیف کا اظہار صرف چہرہ اقدس سے ہوتا تھا۔ اسی حالتِ کرب میں آپ "نے زبان کو ہر فشاں سے فرمایا کہ "سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ تشریف لارہے ہیں" اور بستر سے اٹھنے کی کوشش کی مگر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے اٹھنے سکے۔ جناب حکیم عبدالرحیم صاحب نے حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کا مرقع شریف منگوا کر چہرہ اقدس کے سامنے پیش کیا۔ مرقع شریف کی زیارت فرمائی اور روحِ قفسِ عصری سے پرواز کر گئی۔

--- اناللہ وانا علیہ راجعون ---

حضرت قاضی صاحب " کے وصال کے وقت موسم سرما کی برسات شروع تھی۔ چھپر شریف کے عین حضرت قاضی صاحب کے خاندانی لواحقین سے جان پچان بھی نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ایسے میں حضرت قاضی صاحب کے چھوٹے بھائی کے پاس سنگھوئی میں بستے پانی میں ایک شخص کو روائہ کر دیا۔ سنگھوئی میں وصال کی اطلاع ملتے ہی حضرت قاضی صاحب " کے بھتیجے قاضی عزیز احمد المعروف بہ فقیر عزت شاہ وارثی میراللہ دین نمبردار اور بست سے آپ " سے عقیدتِ رکھنے والے نالہ کمان اور نالہ کافی تیر کر بڑی مشکلوں سے چھپر شریف پہنچے اور نمازِ جنازہ میں شرکت ہو گئی۔ حضرت قاضی صاحب " کو چھپر شریف کے ایک پرانے قبرستان میں امامتا " دفن کر دیا گیا۔ آئندہ پیش آنے والے حالات اور وصیت کے مطابق صوبیدار محمد اکرم وارثی " کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب " کے چلم پر والدِ مکرم اور ہم (قاضی عزت شاہ وارثی) تمام برادران کے ہمراہ چھپر شریف پہنچے اور راقمِ الحروف (قاضی عزت شاہ وارثی) کی رائے تھی کہ حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی " کے جد مبارک کو سنگھوئی لے جائیں اور حضرت صاحب " کا مزار اقدس وہاں تعمیر ہو گا۔ جب قاضی صاحب " کے قل شریف کا انعقاد ہوا۔ قل شریف کی محل میں حضرت فقیر حیرت شاہ وارثی " بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا " اے اے یہ کیا ہو رہا ہے "۔ فقیر حیرت شاہ وارثی " نے مزید فرمایا کہ "فقیر جہاں وصال کرتا ہے اسی جگہ پر انہیں سپردِ خاک کیا جاتا ہے۔ انہیں کون لے جا سکتا ہے "۔ آپ " کا فرمان حرفِ آخر تھا۔ چلم شریف بڑی دھومِ دھام سے ہوا۔ انتظام

میاں فقیر عبداللہ وارثی اور اہل دینہ چھپر شریف کا تھا۔ آئندہ حالات کے پیش نظر ایک کمیٹی کی طرح و بنیاد رکھی گئی اور سالانہ عرس پاک کے لئے سات اور آٹھ مارچ کی تاریخیں مقرر ہوئیں۔

مزارِ اقدس کی تعمیر و بنیاد اور انتظام

چھپر شریف تحصیل و ضلع گوجر خاں میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ آب و ہوا نہایت گرم مرطوب اور زمین زرخیز اور پیداوار دینے والی ہے۔ یہاں کے لوگ نہایت خلیق اور ملنگا ہیں۔ عرس کے موقع پر تمام گاؤں خادم بن کر وارثی مہمانوں کی خدمت کو اپنے لئے باعث فخر محسوس کرتا ہے۔ اردوگرد کا علاقہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ ارادتمند ہے۔ بلکہ اکثر لوگ داخل سلسلہ وارثیہ ہیں۔ یہاں پر ایک وارثی مدرسہ کا بھی انتظام ہے جس میں اہل دینہ کے پچان دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

سب سے پہلے چھپر شریف کے باشی اور معزز صوبیدار محمد اکرم مرحوم جو حضرت قاضی اکمل شاہ وارثی ” کے بچپن ہی سے عقیدت مند تھے۔ مزار اقدس کے منتظم ٹھہرے اور ہر ایک آنے والے عقیدت مند کو جو مزارِ اقدس پر حاضری دینے آتے تھا کے خورد و نوش اور شب باشی کا انتظام کرتا تھا اور حضرت صاحب کے ماہانہ اور سالانہ اعراض پاک وارثیہ کا اہتمام و انتظام بھی کرتے تھے۔ ان کے ساتھ قدمے خنے اور دامے درمے تعاون کرتے تھے۔ قاضی اکمل شاہ وارثی ” نے اس گاؤں میں اپنی حیات کے چند سال گزارے تھے مگر

ان چند سالوں میں اہل دینہ کو خلوص و محبت کا درس دے گئے تھے اور ان میں ایک دوسرے کے لئے ہمدردیاں پیدا کر دی تھیں۔ اس وقت کے لوگ بھی ایسے غریب پور فقیروں کے قدموں میں بیٹھنا بھی اپنے لئے گناہوں کا کفارہ سمجھتے تھے۔ بقول

۴ صحبت صالح ترا صالح کند

لوگوں کی بھی چاہت ہوتی ہے کہ کوئی نیک خوبزگ شخصیت ان کی رہنمائی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص کرم ہوتا ہے جب کسی بستی میں ذریش کے قدوم مبارک آئیں۔ ہمارے حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کا ایک کھلا ہوا فرمان ہے، فقیر جس بستی میں رہے یہ رنگ رہے۔

حضرت قاضی صاحب ” کا وصال پاک مسمی سائیں محمد زمان کے مکان پر ہوا۔ سائیں صاحب مرحوم درویش صفت اور نیک خوب شخص تھے۔ سرکار عالم پناہ علیہ الرحمۃ کا نادیہ عاشق تھا۔ ان کو جو عشق حضرت قاضی صاحب ” کے ساتھ تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ درویش جس قسم کے فرائض کسی اپنے عقیدت مند کے لئے عائد کرتا ہے۔ وہ اسے فرض منصبی سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ جیسے کہ مسمی حکیم عبد الرحیم قادری نوشاہی ” جو حضرت کے قدیم اخباب میں سے تھے۔ مزارِ اقدس کی آمدی اور اخراجات کے فرائض ادا کرتے تھے اور یہ بھی ایک بے لوث خدمت تھی۔ یہ ان کی خدمات کا صلد ہے کہ حضرت پاک ” کے ذکر خیر کے ساتھ ان کا نام آتا ہے۔ حکیم کا خطاب بھی حضرت صاحب ” نے طاف فرمایا تھا۔ بعد میں اسی نام سے مشہور و معروف ہو گئے۔

پچھے عرصہ کے بعد صوبیدار محمد اکرم صاحب خادم خاص اپنا تمام انتظام

حکیم عبدالرحیم نوشانی کے پروردگار کے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ ایک مدت تک وہاں رہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے آستانے کی تمام زمین ائمیں کی ملکیت تھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بڑے بڑے سلیمانی وارثی کو رشتہ ازدواج میں مسلک کر دیا تو اپنی الہیہ کو پیغام بھیجا کہ حضرت قاضی صاحبؒ کے مزار اقدس کے ارد گرد جتنا رقبہ میری ملکیت ہے وہ مزار اقدس کے نام پیچ کر دیں۔ لہذا وسیع و عریض رقبہ دربار وارثی کے نام پیچ کر دیا گیا۔ میں (قاضی عزت شاہ وارثی صاحب) نے عالم رویا میں دیکھا۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فلاں جگہ صوبیدار محمد اکرم وارثیؒ کی قبر کے لئے نشان دہی کرتا ہوں اور ان کے خاندان کے کسی ایک فرد کو تباہیا اور اس کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ اس بات کو کسی سے نہ کہنا۔ یہ راز اپنے تک محدود رکھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تم (قاضی عزت شاہ وارثی) یہاں پر موجود نہ رہو۔ لہذا صحیح اللہ کر میں نے سرکار قاضی صاحبؒ کے ایک قدیم خادم راجہ عبدالقیوم مرحوم کو دربار میں طلب کیا اور اس کو عالم رویا کا تمام واقعہ سے لفظ بہ لفظ آگاہ کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے تاکید کر دیا کہ اس راز کو کسی سے نہ کہنا۔ وعدہ ہو گیا۔

اس عالم رویا کے واقعہ کے دو سال بعد اطلاع مل گئی کہ صوبیدار محمد اکرم وارثی انگلینڈ میں اس دارالفنون سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور ان کی آخری وصیت تھی کہ مجھے انگلینڈ ہی میں بعد ازاں دفن کر دینا۔ مگر وارثی برادر ان کو شش کر کے ان کی میت کو صندوق میں بند کر کے چھپر شریف لے آئے اور میں ان دونوں اتفاق سے سانگھر علاقہ نواب شاہ سندھ گپا ہوا تھا۔ جب میری واپسی ہوئی تو گاؤں میں آکر پتہ چلا کہ صوبیدار محمد اکرم وارثی کی میت انگلینڈ

سے جب آگئی تھی تو اس کو حسب فرمان سرکار پاک "نشان زدہ جگہ پر پروردگار کر دیا گیا۔ اناللہ وانا علیہ راجعون

۱۲۲ اگست ۱۹۵۹ء میں حضرت وارث پاک علیہ الرحمۃ کے احرام پوش

فقیر حضرت پنڈٹ الف شاہ وارثی چھپر شریف تشریف لائے۔ اس وقت مزار اقدس حضرت قاضی صاحبؒ کا ایک چار دیواری اور درمیان میں حضرت صاحبؒ کا مرقد منور تھا پر مشتمل تھا۔ آپ نے (پنڈٹ صاحبؒ) فرمایا کہ مجھے سرکار عالم پناہ وارث پاکؒ نے بھیجا ہے اور آپؒ نے فرمایا ہے کہ حافظ اکمل شاہ وارثیؒ سے ملیں اور پھر کر آئیں اور یہ بھی فرمایا کہ "ہم نے پاکستان میں ایک اور دیوبنی شریف بنادیا ہے۔" اس کے بعد چند مہینوں کے بعد میں دیوبنی شریف

○ فٹ نوٹ نمبر ۱: اس وقت پاکستان گورنمنٹ کی طرف سے ہر سال ایک جماعت زائرین کی ذیر تیاری جتاب منور شاہ وارثی المعروف پر اختیار میڈل ووکیٹ ہائی کورٹ / پریم کورٹ دیوبنی شریف ملٹی باڑہ بھی جائز جاتی تھی۔ یہ جماعت زاہرین (داریاں) متواتر ۱۹۶۳ء تک جاتی رہی۔ اس کے بعد حالات کچھ ایسے ہی ہو گئے تھے۔ پھر یہ قائلہ نہیں گیا۔

○ فٹ نوٹ نمبر ۲: فقیر عبداللہ شاہ وارثیؒ "مزار اقدس کی تعمیر کے لئے اپنے سرپرہ چھپر کھکھلاتا اور معاروں کے ساتھ کام کرتا۔" — لٹکر کے ساتھ آستانہ عالیہ پر تجوید القرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

۲۷ اپریل ۱۹۵۵ء میں مسافر عبداللہ شاہ وارثیؒ کا دسال ہو گیا تو بعد میں مزار شریف کی تیلیت کا سوال پھر پیدا ہوا۔ احباب اور فکر کے ہائی مخورہ سے قاضی مزین احمد وارثی المعروف یہ قاضی عزت شاہ وارثی کو آستانہ عالیہ وارثیہ کا لفاظ انعام پرداز کیا گیا۔

قاضی عزت شاہ وارثی حضرت فقیر او گھٹ شاہ وارثیؒ کے دستِ حق پر دیوبنی شریف میں داخل سلسلہ وارثیہ ہوئے اور بعد میں مجھے عبداللہ شاہ وارثیؒ کے قل شریف کے موقع پر حضرت قبلہ فقیر حیرت شاہ وارثیؒ "چھپر شریف تشریف لائے تھے اور انہوں نے اپنے دست مبارک سے فقیر عزت شاہ وارثیؒ

حاضری کے لئے گیا تو اس حاضری میں بھی فقیر پنڈت شاہ وارثی " نے میری رہبری فرمائی اور آستانہ پاک میں مجھے پیش کیا گیا اور دست بست درخواست پیش کی کہ حضور حافظ جی آگئے ہیں۔ کرم اور کرم فرمائے اور میں (پنڈت الف شاہ وارثی) ان کا نصف احرام مکمل کروں۔ اس کے بعد مجھے پنڈت صاحب " نے فرمایا کہ سرکار عالم پناہ " کے سوا کسی کے آگے نہ جھکنا۔ یہی تمہارا سرمایہ ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا۔ آپ کو سب کچھ مل جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خادم وہی ہے جو صرف خدمت کو اپنا شعار بنائے اور وارثی برادران کا خیال رکھے۔

کی احرام پوشی فرمائی اور "عزت شاہ وارثی فقیر" نام تجویز فرمایا۔ اس کے بعد آستانہ عالیہ کی تعمیر و ترقی شروع ہو گئی اور شب و روزِ محنت مشقت کر کے اور مکلاں کا سامنا کرتے ہوئے تھوڑے عرصہ میں مزارِ اقدس مسجد لٹکر خانہ درسگاہ، عاقل کے لئے مساجع خانہ اور مجرے وغیرہ تعمیر کو ادا دیے۔ قاضی عزت شاہ وارثی نے خداداد عظیم تعمیری ذہن پایا ہے۔ موجودہ دور میں سلسلہ عالیہ وارثیہ کی تبلیغ و اشاعت کا کام بڑی محنت اور لگن سے کر رہے ہیں۔ دربار عالیہ میں لٹکر خانہ جاری ہے اور ہر آنے والے وارثی کو باقاعدگی سے کھانا ملتا ہے۔ دوبار شریف میں ایک جامع مسجد تعمیر ہے جس میں درس و تدریس کا کام جاری و ساری ہے اور پھر کو قرآن پاک، حدیث، نماز، رونہ کا درس بھی دیا جاتا ہے۔ دنیا میں اس مادیت کے دور میں دینی تعلیم بہت ضروری خیال کرتے ہوئے اس دینی مدرسے کو قائم کیا گیا ہے۔